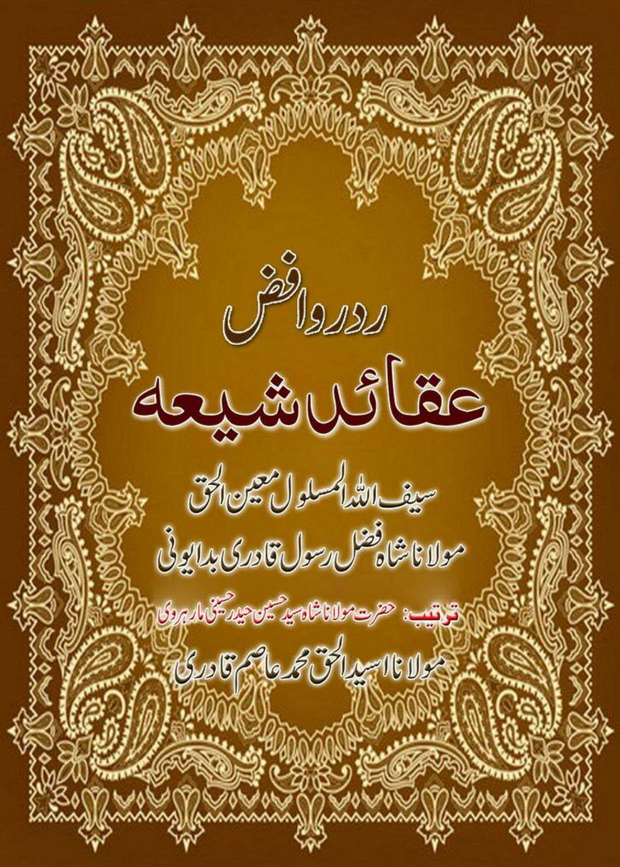

ردروافض

عقائد شیعہ

سیف اللہ المسلول معین الحق
مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی

ترتیب: حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی
مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

ردِّ روافض

تاج الفحول مولانا شاہ **عبدالقادر** محب رسول قادری بدایونی

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید **حسین حیدر** حسینی مارہروی

ترجمہ

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

Nafse Islam
نفس اسلام

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

سلسلۂ مطبوعات (۳۹)

Radd-E-Rawafiz

By : Maulana Shah Abdul Qadir Qadri Budauni

عنوان کتاب : ردِّ روافض
تالیف : تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
ترتیب : حضرت شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی
ترجمہ : مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری
طبع جدید : ۲۰۰۹ء/۱۴۳۰ھ
قیمت :

رابطے کے لئے

Madrsa Alia Qadria, Maulvi Mohalla,
Budaun-243601 (U.P.) India
Phone : 0091-9358563720

Distributor	*Publisher*
Maktaba Jam-e-Noor 422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6	**Tajul Fahool Academy** Budaun

انتساب

مرتب کتاب کے پوتے

سید العلماء حضرت سید شاہ ابو الحسنین **آل مصطفی** قادری برکاتی

ولادت ۱۳۳۳ھ/ وفات ۱۳۹۴ھ

اور

احسن العلماء حضرت سید شاہ مصطفی حیدر **حسن میاں** قادری برکاتی

(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما)

ولادت ۱۳۴۵ھ/ وفات ۱۴۱۶ھ

کے نام

نفس اسلام

اسید الحق قادری

جشن زریں

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے   یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

مارچ ۲۰۱۰ء میں تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کے عہد سجادگی کو پچاس سال مکمل ہونے جارہے ہیں، ان پچاس برسوں میں اپنے اکابر کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے رشد وہدایت، اصلاح وارشاد، وابستگان کی دینی اور روحانی تربیت اور سلسلۂ قادریہ کے فروغ کے لئے آپ کی جد وجہد اور خدمات محتاج بیان نہیں، آپ کے عہد سجادگی میں خانقاہ قادریہ نے تبلیغی، اشاعتی اور تعمیری میدانوں میں نمایاں ترقی کی، مدرسہ قادریہ کی نشاۃ ثانیہ، کتب خانہ قادریہ کی جدید کاری، مدرسہ قادریہ اور خانقاہ قادریہ میں جدید عمارتوں کی تعمیر، یہ سب ایسی نمایاں خدمات ہیں جو خانقاہ قادریہ کی تاریخ کا ایک روشن اور تابناک باب ہیں۔

بعض وابستگان سلسلہ قادریہ نے خواہش ظاہر کی کہ اس موقع پر نہایت تزک واحتشام سے ’’پچاس سالہ جشن‘‘ منایا جائے، لیکن صاحبزادۂ گرامی قدر مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری (ولی عہد خانقاہ قادریہ بدایوں) نے فرمایا کہ ’’اس جشن کو ہم ’جشن اشاعت‘ کے طور پر منائیں گے۔ اس موقع پر اکابر خانوادۂ قادریہ اور علماء مدرسہ قادریہ کی پچاس کتابیں جدید آب وتاب اور موجودہ تحقیقی واشاعتی معیار کے مطابق شائع کی جائیں گی، تاکہ یہ ’پچاس سالہ جشن‘ یادگار بن جائے اور آستانہ قادریہ کی اشاعتی خدمات کی تاریخ میں یہ جشن ایک سنگ میل ثابت ہو‘‘۔ لہٰذا حضور صاحب سجادہ کی اجازت وسرپرستی اور صاحبزادۂ گرامی کی نگرانی میں تاریخ ساز اشاعتی منصوبہ ترتیب دیا گیا اور اللہ کے بھروسے پر کام کا آغاز کر دیا گیا، اس اشاعتی منصوبے کے تحت گزشتہ ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ۲۷ رکتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، اب تاج الفحول اکیڈمی مزید ۸ رکتابیں منظر عام پر لارہی ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر ومقتدر سے دعا ہے کہ حضرت صاحب سجادہ (خانقاہ قادریہ بدایوں) کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے، آپ کا سایہ ہم وابستگان کے سر پر تادیر قائم رکھے۔ تاج الفحول اکیڈمی کے اس اشاعتی منصوبے کو بحسن وخوبی پایۂ تکمیل کو پہنچائے اور ہمیں خدمت دین کا مزید حوصلہ اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبدالقیوم قادری
جنرل سکریٹری تاج الفحول اکیڈمی
خادم خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

ترتیب

	عنوان	صفحہ
	ابتدائیہ	۹
۱۔	**رسالہ رد روافض**	۱۳
	تمہید از مرتب	۱۴
	سوال بخدمت علماء اعلام	۱۵
	جواب از تاج الفحول	۱۵
	تصدیقات علماء بدایوں	۱۶
	تصدیقات علماء بریلی	۱۶
	تصدیقات علماء مرادآباد	۱۷
	تصدیقات علماء رامپور	۱۷
	تصدیقات علماء لکھنؤ	۱۸
	کتب معتبرہ کی عبارتیں	۲۴
	تعزیہ داری کے متعلق فتویٰ	۳۷
	مجلس مرثیہ خوانی کے متعلق فتویٰ	۴۰
۲۔	**تکملہ رد روافض**	۴۳
	تمہید از مرتب	۴۴

Nafse Islam
نفس اسلام

سوالات از شیعہ مجتہد

سوال (۱) کیا سیدہ عائشہ کا قذف صحیح ہے؟ ۴۵
سوال (۲) کیا اہل بیت انبیاء سے بھی افضل ہیں؟ ۴۶
سوال (۳) کیا رسول خدا ﷺ سے تقیہ ثابت ہے؟ ۴۷
سوال (۴) کیا ائمہ اہل بیت پر صحائف کا نزول ہوا تھا؟ ۴۷
سوال (۵) مسئلہ بدأ صحیح ہے یا نہیں؟ ۴۸
سوال (۶) صدیق اکبر کی صحابیت ثابت ہے یا نہیں؟ ۴۸
سوال (۷) کیا قرآن میں تحریف ثابت ہے؟ ۴۸
سوال (۸) اہل سنت شیعہ علماء کے نزدیک کافر ہیں یا مسلمان؟ ۴۹
سوال از علماء اہل سنت ۵۲
جواب از علماء اہل سنت ۵۲
جواب (۱) ۵۲
جواب (۲) ۵۲
جواب (۳) ۵۳
جواب (۴) ۵۳
جواب (۵) ۵۳
جواب (۶) ۵۴
جواب (۷) ۵۴
تنبیہ ۵۶
۳۔ **اظہار الحق** ۵۷
تمہید از مرتب ۵۸
شیعہ مجتہد کا فتویٰ ۵۸

Nafse Islam
نفس اسلام

سوال از علماء اہل سنت ٦٠

جواب از علماء اہل سنت ٦٠

۴۔ **رسالہ تصحیح العقیدہ** ٦٣

سبب تالیف ٦۴

استفتائ ٦٥

الجواب ٦٥

- محاربین کے تین گروہ ٦٥
- صحابہ پر لفظ باغی کا اطلاق ٦٦
- ائمہ دین کے اقوال ٦٦
- دونوں گروہ مسلمان تھے ٨٢
- حضرت حسن کی دستبرداری کی اصل وجہ ٨٣
- حضرت معاویہ کے لئے دعا ٨۴
- صحابی کا مرتبہ ٨۴
- قطعیت اور ظنیت میں فرق ٨۴
- خلافت میں اختلاف کے وقت خلیفہ کون تھا؟ ٨٦
- خلافت حضرت معاویہ ٨٨
- خون بہا میں تاخیر کا سبب ٩١
- اختلافِ صحابہ ٩١
- امام غزالی کا نقطۂ نظر ١٠١
- عمر بن عبد العزیز کا خواب ١٠٢
- ایک شبہ کا ازالہ ١٠٣
- مولانا جامی پر اعتراض ١٠٦

Nafse Islam
نفس اسلام

امام شعبی پر اعتراض کا جواب ۱۰۷
حضرت معاویہ پر تنقید زندیقوں کا کام ہے ۱۰۸
مشاجراتِ صحابہ میں سکوت کا حکم ۱۰۹
لعنتِ یزید ۱۱۰
آخری گذارش ۱۱۰
تصدیقات علماء بدایوں ۱۱۲
مکتوب بنام تاج الفحول از حافظ غلام حسین گلشن آبادی ۱۱۳
جواب مکتوب از تاج الفحول ۱۱۴

☆☆☆

Nafse Islam
نفس اسلام

ابتدائیہ

تاج الفحول اکیڈمی اپنے اشاعتی منصوبے کے تیسرے مرحلہ میں حضرت تاج الفحول کے رسائل کا یہ مجموعہ پیش کرتے ہوئے فخر و مسرت محسوس کر رہی ہے۔ گزشتہ مرحلہ میں تاج الفحول کے عربی رسالے **مناصحة فی تحقیق مسائل المصافحه** اور **الکلام السدید فی تحریر الاسانید** ترجمہ اور ضروری حواشی کے ساتھ منظر عام پر آچکے ہیں۔

آئندہ مرحلے میں اشاعت کے لئے تاج الفحول کے دو رسالے احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام (عربی) اور تحفۂ فیض (فارسی) اکیڈمی کے منصوبے میں شامل ہیں۔ رب مقتدر کا فضل شامل حال رہا تو بہت جلد یہ دونوں رسائل بھی آپ کے ہاتھوں میں ہوں گے (انشاء اللہ)۔

زیر نظر مجموعہ ۴؍رسائل پر مشتمل ہے، یہ چاروں رسائل حضرت تاج الفحول کے شاگرد رشید اور خانوادہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے جلیل القدر فرزند حضرت مولانا سید شاہ حسین حیدر حسینی برکاتی مارہروی قدس سرہ کے سوال کے جواب میں تصنیف کئے گئے اور پھر آپ ہی نے ان کو مرتب کر کے شائع کروایا۔

حضرت سید حسین حیدر حسینی میاں برکاتی مارہروی (ابن سید محمد حیدر ابن سید دلدار حیدر ابن سید منتجب حسین) خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے چشم و چراغ تھے، جید عالم، واعظ شیریں بیان، پاکیزہ فکر شاعر، مصنف، اور اپنے خانوادے کی روحانی روایات کے امین و وارث تھے، آپ خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قادری برکاتی قدس سرہ کے حقیقی نواسے، تاجدار مارہرہ

سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ کے پھوپھی زاد بھائی اور برادر نسبتی تھے، سید شاہ آل عبا بشیر حیدر مارہروی کے والد ماجد اور حضرت سید العلما و حضرت احسن العلما کے حقیقی دادا تھے، آپ کی تعلیم و تربیت مدرسہ قادریہ بدایوں شریف میں حضرت تاج الفحول کے زیر سایہ ہوئی، اپنے نانا حضرت خاتم الاکابر کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے، آپ کا وصال مارہرہ مطہرہ میں ہوا، درگاہ برکاتیہ مارہرہ شریف میں بیرون قبہ چبوترے پر آخری آرام گاہ ہے۔ (تاریخ خاندان برکات و مدائح حضور نور)

آپ کے پرپوتے حضرت سید اشرف میاں برکاتی کے بقول ’’آپ خاندان برکات کے پہلے شخص تھے جنھوں نے منبر پر بیٹھ کر وعظ کہنا شروع کیا، اس سے پہلے احباب کے درمیان بیٹھ کر گفتگو کے انداز میں وعظ و تلقین کا رواج تھا‘‘ (اہل سنت کی آواز مارہرہ جلد ۶ ص ۲۲۸، اکتوبر ۱۹۹۹)

سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی کے وصال پر آپ نے فارسی اور اردو میں تاریخی قطعات نظم کیے جو طوالع الانوار میں شائع ہو چکے ہیں (دیکھیے: طوالع الانوار: مولانا انوار الحق عثمانی، ص ۹۲، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں، تسہیل و ترتیب از راقم الحروف)

اپنے استاذ حضرت تاج الفحول سے خاص عقیدت و محبت رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب مسئلہ میلاد و قیام کے سلسلے میں مولانا بشیر الدین قنوجی نے تاج الفحول کے رسالہ ’’سیف الاسلام‘‘ کا رد ’’مطرقۃ الاسلام‘‘ کے نام سے لکھا تو حضرت حسین حیدر صاحب نے قنوجی صاحب کے جواب میں ’’صمصام الاسلا‘‘ لکھی، اور اپنے استاذ کی طرف سے دفاع کا حق ادا کر دیا، اس عقیدت و محبت کی وجہ نسبت تلمذ کے علاوہ شاید یہ بھی تھی کہ آپ کے نانا اور پیر و مرشد حضرت خاتم الاکابر نے اپنے اخلاف کو وصیت فرمائی تھی کہ دینی معاملات میں حضرت تاج الفحول سے مشورہ کریں اور ان کی رائے پر اعتماد کریں (سراج العوارف ص ۶۹، تذکرۂ نوری ص ۱۲۹) آپ اس وصیت پر سختی سے عمل پیرا رہے، روافض کے عقائد اور ان سے متعلق دیگر معاملات کے سلسلہ میں جب آپ کو حکم شرعی دریافت کرنا ہوا تو آپ نے حضرت تاج الفحول سے رجوع کیا، جس کے نتیجے میں یہ چاروں

زیر نظر رسائل منظر عام پر آئے۔ رسائل کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ **رد روافض** (تاریخی نام ۱۲۹۱ھ) - یہ رسالہ تین سوالات پر مشتمل ہے: (۱) روافض کی اقتداء اور ان سے نکاح کا حکم، (۲) تعزیہ داری کا شرعی حکم، (۳) مجالس مرثیہ خوانی کا شرعی حکم۔ یہ تینوں سوالات حضرت سید حسین حیدر مارہروی قدس سرہ نے تاج الفحول کی خدمت میں پیش کئے، آپ نے ان کا جواب تحریر فرمایا، پھر پہلے والے سوال و جواب پر معاصر علماء سے تصدیقات حاصل کیں، تصدیق کرنے والوں میں بدایوں، بریلی رامپور، مراد آباد اور فرنگی محل کے سرکردہ علماء شامل ہیں۔

پھر آپ نے کتابوں کی وہ عبارتیں جمع کیں جن کی طرف جواب میں اشارہ کیا گیا تھا اور اس تمام مواد کو ترتیب دے کر شائع کروادیا۔ یہ رسالہ ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۵ء کو مطبع صبح صادق سیتاپور سے شائع ہوا۔

۲۔ **تکملہ رد روافض** - حضرت سید حسین حیدر صاحب نے مختلف فیہ مسائل سے متعلق ۸ رسوالات مرتب کر کے ایک شیعہ مجتہد سید علی محمد کے پاس بھیجے، پھر ان کے جوابات کو تاج الفحول کی خدمت میں بھیج کر یہ دریافت کیا کہ ایسے عقائد رکھنے والے کا کیا حکم ہے؟ یہ رسالہ ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۶ء کو مطبع صبح صادق سیتاپور سے شائع ہوا۔

۳۔ **اظہار الحق** - اس مختصر رسالہ میں آپ نے چار سوال مرتب کر کے پہلے ایک شیعہ مجتہد میر آغا کے پاس بھیجے پھر ان کے جوابات کو تاج الفحول کی خدمت میں ارسال کر کے حکم شرع دریافت کیا۔ یہ رسالہ جمادی الثانی ۱۲۹۳ھ مطابق جولائی ۱۸۷۶ء کو مطبع صبح صادق سیتاپور سے شائع ہوا۔

یہ تینوں رسائل فارسی میں ہیں ان کا اردو ترجمہ اس بے بضاعت راقم الحروف نے کیا ہے۔

۴۔ **تصحیح العقیدۃ فی باب امیر معاویۃ** - یہ رسالہ فارسی میں محاربین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایک سوال کے جواب میں تصنیف کیا گیا، اس کو بھی سید شاہ حسین حیدر صاحب برکاتی مارہروی نے ترتیب دے کر شائع کروایا، پہلی مرتبہ یہ رسالہ مطبع ماہتاب ہند میرٹھ

سے مارچ ۱۸۷۶ء میں شائع ہوا۔

پاکستان کے حضرت علامہ شاہ حسین گردیزی صاحب نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور ’’اختلاف علی و معاویہ‘‘ کے نام سے محدث سورتی اکیڈمی کراچی نے شائع کیا۔

۱۹۹۸ء میں تاج الفحول اکیڈمی بدایوں نے اس کو دوبارہ شائع کیا اور اب تیسری مرتبہ اس کو مجموعہ رسائل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ علامہ گردیزی صاحب نے طوالت کے خوف سے رسالہ میں موجود عربی، فارسی عبارتیں درج نہیں کی تھیں صرف ان کے ترجمہ پر اکتفا کیا تھا، اب اس جدید اشاعت میں عربی، فارسی عبارتیں بھی درج کر دی گئیں ہیں اور ترجمہ پر بھی نظر ثانی کر لی گئی ہے۔

چونکہ یہ چاروں رسائل خانوادۂ برکاتیہ کے ایک چشم و چراغ کے ترتیب کردہ ہیں اس لئے اس مجموعہ کا انتساب بھی انھیں کے خانوادے کی دو عظیم المرتبت ہستیوں کی طرف کرنا زیادہ مناسب تھا۔

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ ان رسائل کو مفید و نافع اور تاریک دلوں کے لیے نور ہدایت کا سامان بنائے۔ ترجمہ و ترتیب میں مجھ سے جو کوتاہیاں ہوئی ہوں رب قدیر ان کی پردہ پوشی فرما کر مجھے اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۲۳؍ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ اسید الحق قادری
۲۰؍اپریل ۲۰۰۹ء مدرسہ قادریہ بدایوں

☆☆☆

ردروافض

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

Nafse Islam
نفس اسلام

ترجمہ

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ۔

الحمد للہ العلی الاکبر و الصلاۃ و السلام علی صاحب الفضل الابین و الکمال الاظھر سیدنا و مولانا محمدن الشافع المشفع المبعوث إلی الاسود و الاحمر و علی آل بیتہ الاطھر خصوصاً علی سبطیہ الاکبر و الاصغر و اصحابہ اھل القدر الاشھر سیما خلیفتہٖ و صاحبہ الصدیق الاکبر الذی ھو بعد الانبیاء افضل البشر و مشیرہ الفاروق الاعظم المزین للمحراب و المنبر و رفیقہٖ ذی النورین الذی یدخل الجنۃ سبعون الفاً بشفاعتہٖ بغیر حساب کما ثبت فی الخبر، و اخیہ اسد اللہ الغالب الملقب بالحیدر القالع لباب الخیبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیھم ما طلع الشمس و القمر و سلم علیہ و علیھم بعدد قطرات المطر و ذرات المدر

امابعد

حقیر فقیر سید حسین حیدر مارہروی غفر اللہ لہ اہل اسلام کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ اس زمانے میں (۱۲۹۱ھ میں) ہمارے یہاں کے اکثر قصبات اور دیہات میں روافض اور شیعوں سے رشتہ داری قائم کرنے اور مناکحت وغیرہ کرنے کا عام رواج ہو گیا ہے اور اس فرقے سے میل جول کی وجہ سے بہت سے لوگ راہ راست سے بھٹک رہے ہیں۔ لہٰذا میں نے اس سلسلہ میں ایک سوال مرتب کیا اور اس کو مشہور علماء اہل سنت کی بارگاہ میں پیش کیا، الحمد للہ علماء نے جواب عنایت فرما کر مجھ حقیر کو ممنون فرمایا۔ چونکہ علماء نے بعض جوابات میں صرف حوالہ کتب پر اکتفا کیا تھا اس لئے لوگوں کے اطمینان کے لئے میں نے وہ عبارتیں بھی درج کر دی ہیں، اب اس رسالہ کا نام ”ردروافض“ رکھتا ہوں، یہ اس کا تاریخی نام ہے جس سے سنہ تالیف ۱۲۹۱ھ برآمد ہوتا ہے۔

سوال بخدمت علمائے اعلام وفضلائے کرام

جمہور اہل سنت کے نزدیک روافض اپنے مسلمہ عقائد کی بنیاد پر مسلمان ہیں یا کافر؟ ان کے پیچھے نماز پڑھنے اور ان سے نکاح کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا وتو جروا۔

الجواب وھو الموفق للصواب - روافض اکثر عقائد میں آپس میں اختلاف رکھتے ہیں، لہٰذا اسلام وکفر کی رو سے ان کا حکم بھی مختلف ہوگا، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی رافضی ائمہ اہل بیت نبویہ (علیہم الثناء والتحیۃ) کو انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی پر فضیلت دیتا ہے تو جمہور اہل سنت کے مذہب پر وہ یقینا کافر ہے، اس کی اقتداء میں نماز اور اس سے رشتہ مناکحت حرام محض ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص حضرت خیر الانام (علیہ الف الف تحیۃ والصلاۃ والسلام) کی جانب اس بات کی نسبت کو جائز رکھے کہ آپ نے (معاذ اللہ) تبلیغ اسلام میں سستی یا تقیہ سے کام لیا تو وہ بھی بہر حال کافر ہے۔ یوں ہی جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد اہل بیت پر نزول وحی کا اعتقاد رکھے وہ بھی کافر ہے، اسی طرح جو شخص قرآن کریم کو تحریف شدہ مانے اور یہ کہے کہ صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ کے بعد اپنی جانب سے قرآن کریم میں تحریف اور تبدیلی کر لی تھی وہ بھی کافر ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ ضروریات دین کا منکر مطلقاً کافر ہے اور صرف کلمہ توحید ورسالت پڑھنے اور کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے آدمی مسلمانوں کے زمرے میں داخل نہیں ہوسکتا اگر وہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کر رہا ہے، روافض میں سے جو لوگ ضروریات دین کا انکار نہیں کرتے ہاں البتہ دوسرے اصول عقائد میں اختلاف رکھتے ہیں، مثلاً خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے حق ہونے کا انکار یا اِن پیشوایان دین پر تبرا اور لعن طعن کرنا وغیرہ تو ایسے لوگوں کے حکم کفر میں اختلاف ہے۔ بہت سے فقہا نے ان پر حکم کفر لگایا ہے، مگر تحقیق یہ ہے کہ ایسے لوگ کافر نہیں بلکہ مبتدع ہیں، محققین متکلمین نے یہی قول اختیار فرمایا ہے۔

روافض میں سے وہ لوگ جو جملہ اصول عقائد میں اہل سنت جماعت کے موافق ہیں بس

صرف چند مسائل فرعیہ میں اختلاف رکھتے ہیں، مثال کے طور پر یہ لوگ جناب مرتضوی کو قرب الٰہی اور کثرت ثواب میں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل مانتے ہیں پس ایسے لوگ بالاجماع کافر نہیں ہیں، البتہ جمہور کی مخالفت کی وجہ سے خاطی اور گناہگار ہیں، ان آخری دو قسموں کا حکم یہ ہے کہ منکرین خلافت خلفاء ثلاثہ کی اقتداء میں نماز اور ان سے مناکحت مکروہ تحریمی ہے اور بعض علماء نے احتیاطاً بطلان کا حکم بھی دیا ہے اور دوسرے والے شخص (یعنی جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقرب رب اور کثرت ثواب میں افضل مانتا ہو) کی اقتداء میں نماز اور ان سے مناکحت مکروہ تنزیہی ہے۔ قاضی عیاض کی شفائ، ملا علی قاری اور خفاجی کی شروحات، حاشیہ شامی اور شرح فقہ اکبر وغیرہ سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔

والعلم عنداللہ العلی الاکبر

کتبہ الفقیر الحقیر

عبدالقادر محب رسول

ابن مولانا فضل رسول الحنفی القادری البدایونی

Nafse Islam
نفس اسلام

تصدیقات علماء بدایوں

الجواب صحیح: (۱) نور احمد بدایونی (۲) اعجاز احمد (۳) جمیل الدین بدایونی (۴) سدید الدین بدایونی (۵) فصیح الدین بدایونی (۶) محب احمد قادری (۷) فضل مجید فاروقی (۸) علی اسد بدایونی (۹) غلام غوث غوثی عباسی۔

تصدیقات علماء بریلی

هوالصواب	الجواب صحیح	صح الجواب	الجواب صحیح
محمد ہدایت علی عفی عنہ	محمد نقی علی خاں	احمد رضا خاں	محمد احسن صدیقی

تصدیق از مرادآباد

هٰذا الجواب صحیح اس کی مؤیدہ وہ عبارت ہے جو ردالمحتار میں مرقوم ہے:

ولهٰذا یظهر ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوهیة فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبة الصدیق او یقذف السیده الصدیقة فهو کافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدین بالضرورة بخلاف ما اذا کان یفضل علیاً او یسب الصحابة فانه مبتدع لا کافر۔

ترجمہ: اسی سے ظاہر ہوگیا کہ اگر رافضی ان لوگوں میں سے ہے جو حضرت علی کی الوہیت کا اعتقاد رکھتے ہیں یا یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت جبریل نے وحی لانے میں غلطی کر دی یا صدیق اکبر کی صحبت کے منکر ہوں یا حضرت سیدہ عائشہ پر بدکاری کی تہمت لگائیں ایسا شخص کافر ہے، ضروریات دین کی مخالفت کی وجہ سے برخلاف اس کے کہ کوئی حضرت علی کو افضل مانے یا صحابہ کو سب وشتم کرے تو وہ مبتدع ہے کافر نہیں۔

فقط محمد عالم علی مرادآبادی عفی عنہ

تصدیقات علماء رامپور

بلاشبہ وہ رافضی جو ضروریات دین کا منکر ہے وہ کافر ہے اور حضرت صدیق اکبر کی خلافت کا منکر بھی کافر ہے جیسا کہ ابن ہمام کی تحریر اور نورالانوار سے سمجھ میں آ رہا ہے۔

فقط محمد ارشاحسین مجددی عفی عنہ

دستخط: علاء الدین احمد احمدی، محی الدین محمد عبدالقادر احمدی، محمد عبدالقادر۔

تصدیقات علماء لکھنؤ

اصاب من اجاب فی الواقع جو روافض ضروریات دین کے منکر ہیں وہ کافر ہیں اور جو ایسے نہیں ہیں وہ فاسق ہیں، ابو شکور سالمی تمہید میں لکھتے ہیں:

> كلام الروافض مختلف فبعضه يكون كفراً وبعضه لا، فلو قال ان علياً كان الٰهاً نزل من السماء كفر، ولو قال ان النبوة كانت لعلي وجبريل اخطاء كفر، ومنهم من قال ان عليا افضل من رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فهذا كله كفر، واما الذى يكون بدعة ولا يكون كفر فهو قولهم ان علياً افضل من الشيخين ومنهم من قال يجب اللعن على من خالف علياً وهٰذا كله وما يشبه بدعة ليس بكفر لانه صادر عن تاويل۔
>
> (ترجمہ:) رافضیوں کے اقوال مختلف ہیں، ان میں سے بعض کفر ہیں اور بعض نہیں، اگر کسی نے کہا کہ حضرت علی اللہ تھے آسمان سے نازل ہوئے تھے تو وہ کافر ہے، اگر کہا کہ نبوت حضرت علی کے لئے تھی حضرت جبریل نے غلطی کر دی تو وہ بھی کافر ہے۔ روافض میں سے بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں تو یہ ساری باتیں کفر ہیں اور وہ اقوال جو بدعت ہیں کفر نہیں ہیں تو ان میں سے رافضیوں کا یہ قول کہ حضرت علی شیخین سے افضل ہیں، ان میں سے بعض کہتے ہیں جس شخص نے بھی علی کی مخالفت کی اس پر لعنت کرنا واجب ہے۔ یہ اور اس طرح کی دوسری باتیں بدعت ہیں کفر نہیں کیونکہ یہ تاویل سے صادر ہیں۔

واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

ھوالمصوب۔ صاحب بحرالرائق شرح کنزالدقائق فرماتے ہیں:

فاولی ماذکرہ فی باب البغاۃ ان ھٰذا الفروع المنقولۃ فی الفتاویٰ من التکفیر لم تنقل عن الفقھاء ای المجتھدین وانما المنقولۃ عنھم عدم تکفیر من کان من قبلتنا حتی لم یحکموا بتکفیر الخوارج الذین یستحلون دماء المسلمین و اموالھم و سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکونہ عن تاویل و شبھۃ ولا عبرۃ بغیر المجتھدین وذکر فی المسائرۃ ان ظاھر قول الشافعی وابی حنیفۃ انہ لا یکفر احدمنھم وان رویٰ عن ابی حنیفۃ انہ قال لجحم اخرج عنی یا کافر حملاً علی السبیۃ وھو مختار الرازی وذکر فی شرحھا للکمال ابن ابی شریف ان عدم تکفیرھم ھو المنقول عن جمھور المتکلمین والفقھاء فان الشیخ اباالحسن الاشعری قال فی کتاب مقالات الاسلامیین اختلف المسلمون بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی اشیاء ضلل بعضھم بعضاً وتبرأ بعضھم عن بعضٍ فصاروا فرقاً متبائنین الا ان الاسلام لجمعھم ویعمھم۔

بہتر وہ ہے جو انھوں نے باب البغا ۃ میں ذکر کیا ہے کہ تکفیر کے سلسلہ میں فتاویٰ میں جو فروع منقول ہیں وہ فقہا یعنی مجتہدین سے منقول نہیں ہیں بلکہ مجتہدین سے تو اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنا منقول ہے، یہاں تک کہ ان مجتہدین نے ان خوارج پر بھی حکم کفر نہیں لگایا ہے جو مسلمانوں کے جان و مال کو حلال سمجھتے ہیں اور اصحاب نبی کو سب وشتم کرتے ہیں، (مجتہدین کے تکفیر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ) یہ باتیں تاویل اور شبہہ کی بنیاد پر ہیں اور غیر مجتہدین کا اعتبار نہیں۔

مسائرہ میں ہے کہ امام شافعی اور ابوحنیفہ کے قول کا ظاہر یہ ہے کہ اہل قبلہ

میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اگر چہ امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ انھوں نے جہم بن صفوان کو ''یا کافر'' کہہ کر مخاطب کیا تھا لیکن اس کو سب وشتم پر محمول کیا جاتا ہے اور یہی امام رازی کا مختار ہے۔

مسائرہ کی شرح میں کمال ابن ابی شریف فرماتے ہیں کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنا ہی جمہور متکلمین وفقہا سے منقول ہے، اس لئے کہ شیخ ابوالحسن اشعری اپنی کتاب مقالات الاسلامیین میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد لوگوں کے درمیان بے شمار چیزوں میں اختلاف ہوگیا، بعض نے بعض کو گمراہ قرار دیا اور بعض نے بعض سے برأت ظاہر کی، تو یہ الگ الگ فرقوں میں تقسیم ہوگئے ہاں مگر اسلام ان سب کو جامع اور عام ہے''۔

حضرت ملک العلماء مولانا بحر العلوم علیہ الرحمۃ ''رسائل ارکان'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

اعلم ان المبتدع الذی یصلی إلی القبلة لم یحکم الائمة الاربعة بکفرهم وماروی عن الامام ابی حنیفة من قال بخلق القرآن فهو کافر فاطلاق الکافر من الکفران ای کافر النعمة لا من الکفر الذی هو مقابل الایمان لکن المبتدع الذی یحرز المصلی خلفه ثواب الجماعة لکن یکره عند وجود غیر المبتدع مبتدع لم یصل بدعة إلی ان یصلی عند کونه اماماً للسنی بلانیة اویلعن فی الصلاة علیه اوعلی مقتداهم اویصلی بلا طهارة للتعنت او کان فی وضوئه وتغسله شبهة واما هٰذا المبتدع فلا یجوز الصلوٰة خلفه البتة وماروی عن الامامین ابی حنیفة والشافعی فساد الصلوٰة خلف الشیعة فالمراد بالشیعة من کان دیدنهم السب وکان فی ادعیة الصلوٰتیة سب الصحابة الاخیار ولا یرون الامامة فی الصلوٰة جائزه ولا شک فی فساد الصلوٰة خلف هٰذه

الفئة من الشيعة و اما الشيعة الذين يفضلون علياً على الشيخين ولا يطعنون فيها اصلاً كالزية فيجوز خلفهم الصلوٰة لكن يكره كراهة شديدة۔

جاننا چاہیے کہ وہ مبتدع جو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو ائمہ اربعہ نے اس کی تکفیر کا حکم نہیں دیا اور وہ جو امام ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''جو شخص قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہے'' تو یہاں کافر کفران سے ہے یعنی وہ شخص نعمت کا ناشکرا ہے، اس میں کافر اس کفر سے مشتق نہیں ہے جو ایمان کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے، رہا وہ مبتدع جس کے پیچھے نماز پڑھنے والا جماعت کا ثواب حاصل کرتا ہے، لیکن غیر مبتدع کی موجودگی میں اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے وہ ایسا مبتدع ہے کہ اس کی بدعت اس حد تک نہ پہنچی ہو کہ جب وہ کسی سنی کا امام بنے تو بغیر نیت کے نماز پڑھا دے، یا نماز میں سنی پر یا اس کے مقتدیٰ پر لعنت کرے، ضد میں بغیر طہارت کے نماز پڑھا دے، یا اس کے وضو یا غسل (کی صحت) میں شبہ ہو، کیونکہ ایسے مبتدع کی اقتداء میں بہر حال نماز جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ اور شافعی سے یہ جو مروی ہے کہ ''شیعہ کے پیچھے نماز فاسد ہے'' تو اس قول میں شیعہ سے وہ شیعہ مراد ہے کہ صحابہ پر سب و شتم کرنا جس کی عادت میں شامل ہو اور جن کی نماز کی دعاؤں میں صحابۂ اخیار پر سب و شتم شامل ہو، اور امامت کو نماز میں جائز نہ سمجھتے ہوں، اس قسم کے شیعوں کے پیچھے نماز کے فاسد ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، رہے وہ شیعہ جو صرف حضرت علی کو شیخین پر فضیلت دیتے ہوں اور ان حضرات پر طعن نہ کرتے ہوں جیسے زیدیہ وغیرہ تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن مکروہ بکراہت شدیدہ ہے''۔

حضرت بحر العلوم شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

وازیں جہت کہ مستحل ذنب کافر ست بعض متاخرین تکفیر امامیہ می کنند چہ آنہا سب شیخین حلال میدانند و نیز خلافت صدیق را کہ باجماع ثابت است انکار می کنند، وشیخ ابن ھمام گفتہ در شرح ھدایہ در باب امامت کہ امام ابوحنیفہ وامام شافعی نماز پس آنہا باطل میدانند واگر کافر نبودندے نزد آن امامین نماز باطل نبودے چہ نماز پس مبتدع صحیح است لیکن مکروہ، وصاحب بحر الرائق گفتہ کہ روایت از قدماء مروی نشدہ وایں فقیر گوید کہ ظاہر قول صاحب بحر الرائق است، چہ روافض امامیہ سب را حلال نمیدانند باقیام دلیل، واوشان دلیل را قائم نمی دانند بلکہ ماول اند واجماع را مسلم نمی دانند وماول کافر نمی شود چنانچہ بالا گزشتہ است و امامین ابوحنیفہ وشافعی تکفیر احدے از اہل قبلہ نمی کنند واوشاں بکفر کس نمی گویند، مگر آں کہ دلیل قطعی باشد چوں ابوجہل وابولہب وابلیس وابوطالب، ومراد امام از فاجر آں کس ست کہ مومن یقینی باشد مع ھذا فسقے کردہ باشد خواہ در اصول چوں زیدیہ و معتزلہ وخواہ در فروع چوں حجاج وغیرہ پس شیعہ خارج شدند ونماز پس ایشاں جائز نیست چہ آنہا مومن یقینی نیست اند، جابر ابن عبداللہ کہ صحابیٔ کامل است می فرمایند کہ شیعہ کافر اند پس عدم جواز نماز پس شیعہ بشبہ کفر ست نہ برائے کفر حقیقی پس مندفع شد استدلال ابن ھمام بتکفیر شیعہ۔

’’گناہ کو حلال جاننے والا کافر ہے اسی وجہ سے بعض متاخرین نے امامیہ کی تکفیر کی ہے، کیونکہ یہ لوگ سب شیخین کو حلال جانتے ہیں اور خلافت صدیق کا جو کہ اجماع سے ثابت ہے انکار کرتے ہیں، شرح ہدایہ کے باب امامت میں شیخ ابن ھمام نے فرمایا ہے کہ: ’’امام ابوحنیفہ اور امام شافعی امامیہ کے پیچھے نماز کو باطل قرار دیتے ہیں اگر یہ لوگ کافر نہ ہوتے تو ان

دونوں اماموں کے نزدیک ان کے پیچھے نماز باطل نہ ہوتی، اس لئے کہ مبتدع کے پیچھے نماز صحیح ہے مگر مکروہ ہے"۔ اور صاحب بحر الرائق نے فرمایا کہ "اس بارے میں قدماء سے کوئی روایت مروی نہیں ہے"۔ یہ فقیر (یعنی بحر العلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی) کہتا ہے کہ صاحب بحر الرائق کا قول ظاہر ہے کیونکہ روافض امامیہ قیام دلیل کے ساتھ (سب وشتم کو) حلال نہیں جانتے اور یہ لوگ (سب وشتم کی حرمت پر) دلیل کو قائم ہی نہیں مانتے، بلکہ تاویل کرتے ہیں اور اجماع کو بھی تسلیم نہیں کرتے اور تاویل کرنے والا کافر نہیں ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان گزر چکا اور دونوں امام ابو حنیفہ اور شافعی اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے اور یہ کسی کے کفر کے بارے میں (اس وقت تک) کچھ نہیں کہتے جب تک کہ دلیل قطعی موجود نہ ہو جیسے کہ ابوجہل، ابولہب، ابلیس اور ابوطالب وغیرہ اور فاجر سے امام کی مراد ایسا شخص ہے جو مومن یقینی ہو اس کے ساتھ ساتھ فسق بھی کرتا ہو یہ فسق خواہ اصول عقائد میں ہو جیسے زیدیہ اور معتزلہ خواہ فروع میں ہو جیسے حجاج وغیرہ پس شیعہ اس سے خارج ہو گئے اور ان کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ لوگ مومن یقینی نہیں ہیں۔ جابر بن عبداللہ جو کامل صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ شیعہ کافر ہیں۔ لہٰذا شیعہ کے پیچھے نماز کا عدم جواز کفر کے شبہ کی وجہ سے ہے نہ کہ کفر حقیقی کی بنیاد پر، اس سے ابن ہمام کا استدلال مندفع ہو گیا جو انھوں نے شیعوں کی تکفیر کے بارے میں کیا تھا"۔

واللہ اعلم

حررہ ابوالاحیا محمد نعیم فرنگی محلی عفی عنہ

کتب معتبرہ کی عبارتیں

اب اختصار کے ساتھ کتب معتبرہ کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں جن کا حوالہ پہلے سوال کے جواب میں مذکور ہے، امام قاضی عیاض شفاء میں فرماتے ہیں:

> **وکذلک من دان بالوحدانية وصحت النبوة ونبوة نبينا عليه الصلوٰة والسلام ولکن جوز على الانبياء الكذب فيما اتوابه ادعى فی ذلک المصلحة بزعمهم اولم يدعها فهو كافر باجماع كالمتفلسفين وبعض الباطنية، والروافض...... وکذلک من انكر القرآن اوحرفاً منه او غير شيئاً منه اوزاد فيه كفعل الباطنية والاسماعيلية ... وکذلک نقطع بتكفير غلاة الرافضة فی قولهم ان الائمه افضل من الانبیاء۔**

> ”اسی طرح جو شخص وحدانیت، نبوت کی صحت اور ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا اقرار کرے لیکن انبیاء علیہم السلام جو کچھ لائے ہیں اس کے بارے میں ان پر جھوٹ کو جائز رکھے خواہ کسی مصلحت کے دعوے کے ساتھ یا بغیر مصلحت کے تو وہ بالاجماع کافر ہے، جیسے فلاسفہ، بعض باطنیہ اور روافض.......... اور اسی طرح جو شخص قرآن کا انکار کرے یا اس کے کسی حرف کا انکار کرے یا اس میں کچھ تبدیلی کرے یا کچھ زیادہ کرے جیسا کہ باطنیہ اور اسماعیلیہ وغیرہ نے کیا.......... اور اسی طرح ہم قطعی طور پر غالی رافضیوں کی تکفیر کرتے ہیں ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ائمہ انبیاء سے افضل ہیں“۔

قاضی عیاض شفاء میں مزید فرماتے ہیں:

> **وقد اجمع المسلمون ان القرآن المتلو فی جميع اقطار الارض المكتوب فی المصحف بايدی المسلمين مما جمعه الدفتان من اول الحمدلله رب العالمين الی آخر قل اعوذ برب الناس انه كلام**

اللّٰہ تعالیٰ و وجه المنزل علی نبیه محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ان جمیع مافیه حق و ان من نقص منه حرفاً قاصداً لذلک اوبدّله بحرف آخر مکانه اوزاد فیه حرفاً مما لم یشمل علیه المصحف الذی وقع علیه الاجماع واجمع علی انه لیس من القرآن عامداً لکل ھٰذا انه کافر ولھٰذا روی مالک قتل من سب عائشة بالغیریة لانه خالف القرآن ومن خالف القرآن قتل لانه کذب بمافیه۔

ترجمہ: تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ قرآن جو تمام روئے زمین پر تلاوت کیا جاتا ہے، جو مصحف میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں لکھا ہوا موجود ہے، الحمد للہ رب العالمین کے شروع سے لے کر قل اعوذ برب الناس کے ختم تک اللہ کا کلام ہے اور اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے اور اس میں جو کچھ بھی ہے سب حق ہے، جس شخص نے قصداً اس کے کسی حرف میں کمی کی، یا اس کے کسی حرف کو دوسرے حرف سے بدل دیا، یا اس میں کسی ایسے حرف کو زیادہ کر دیا کہ اس مصحف میں شامل نہیں ہے جس پر اجماع واقع ہوا ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ یہ (زیادہ کیا جانے والا) حرف قرآن میں سے نہیں ہے، تو قصداً ایسا کرنے والا شخص کافر ہے اسی لیے امام مالک نے حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والے کے قتل کا حکم دیا ہے، اس لیے کہ اس نے قرآن کی مخالفت کی اور جس نے قرآن کی مخالفت کی قتل کیا جائے گا، کیونکہ قرآن کی مخالفت اس میں وارد احکام کی تکذیب ہے"۔

ملاعلی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

من آیات دالة علی برائتها وانما اکتفی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحد القذف علی قاذفیها لما صدر عنهم قبل براءة ساحتها فحینئذ لاوجه

لتخصیص مالک فان اجماع العلماء علی ذلک۔

ترجمہ: ''(یعنی یہ تکذیب) ان آیتوں کی ہے جو حضرت عائشہ کی برأت پر دلالت کر رہی ہیں، نبی کریم ﷺ نے آپ پر تہمت لگانے والے کو صرف حد قذف لگوائی (قتل نہیں کروایا) اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے یہ تہمت اس وقت لگائی تھی جب آپ کی برأت نازل نہیں ہوئی تھی، لہٰذا (حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والے کی سزا قتل ہے) اس کی تخصیص صرف امام مالک کے ساتھ کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اس پر علماء کا اجماع ہے۔

شفا اور شرح شفا میں مزید ہے کہ:

وکذلک نکفر من اعترف من اصول الصحیحة... کاکثر الروافض القائلین بمشارکة علی فی الرسالة للنبی ﷺ و بعده وکذلک کل امام عندهؤلاء یقوم مقامه فی النبوه و الحجة۔

ترجمہ: ''اسی طرح ہم ہر اس شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو اصول صحیحہ کا اعتراف تو کرتا ہو (مگر ضروریات دین میں سے کسی کا منکر ہو) جیسے اکثر روافض جو نبی کریم ﷺ کی رسالت میں حضرت علی کو شریک کرنے کے قائل ہیں، اسی طرح ان لوگوں کے نزدیک ان کے تمام ائمہ نبوت و حجت میں حضور ﷺ کے قائم مقام ہیں''۔

قاضی عیاض شفاء میں اور ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

وسب آل نبی وازواجه واصحابه علیه السلام وتنقیصهم حرام...... وقد اختلف العلماء فی هٰذا ای فی ساب الصحابة فمشهور مذهب مالک رحمه اللہ الموافق للجمهور ...... وقال ای مالک ایضاً من شتم احدا من اصحاب النبی ﷺ ابابکر او عمر او عثمان او علیاً او معاویة او عمرو بن العاص فان

قال كانوا على ضلال و كفر قتل و ان شتم بغير هذا من مشاتمة الناس نكل نكالا شديداً۔

ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ کی آل آپ کی ازواج اور آپ کے اصحاب کو سب وشتم کرنا اور ان کی تنقیص کرنا حرام ہے............ ایسے شخص (جس نے صحابہ کو سب وشتم کیا ہو) کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک کا مذہب جو جمہور کے موافق ہے مشہور ہے، امام مالک نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے اصحاب نبی ﷺ میں سے کسی کو برا کہا مثلا ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاویہ، عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ تو اگر اس نے یہ کہا کہ یہ لوگ گمراہی یا کفر پر تھے تو وہ قتل کیا جائے گا اور اگر ایسے گالی گلوچ کی جیسے لوگوں سے کی جاتی ہے تو اس کو سخت سزا دی جائے گی''۔

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی کے باب امامت میں فرمایا:

ويكره تقديم المبتدع ايضاً لانه فاسق من حيث الاعتقاد وهو اشد من الفسق من حيث العمل لان الفاسق من حيث العمل يعترف مابه فاسق ويخاف ويستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من يعتقد شيئاً بخلاف ما يعتقده اهل السنة والجماعة وانما يجوز الاقتدار به مع الكراهة اذا لم يكن ما يعتقده يؤدي إلى الكفر عند اهل السنة اما لو كان مؤدياً الى الكفر فلا يجوز اصلاً كالغلاة من الروافض الذين يدعون الالوهية لعلي رضی اللہ تعالیٰ عنه او ان النبوة كانت له فغلط جبريل ونحو ذلك مما هو كفر وكذا من يقذف الصديقة اوينكر صحبة الصديق او خلافته وكالجهمية والقدرية والمشبهة القائلين بانه تعالىٰ جسم كالاجسام ومن ينكر الشفاعة او الرؤية او عذاب القبر او الكرام

الکاتبین و اما من یفضل علیاً فحسب فهو من المبتدعة الذین یجوز الا قتداء بهم مع الکراهة و کذا من یقول انه تعالٰی جسم لا کالاجسام وم قال انه تعالٰی لا یری لجلالتہٖ وعظمتہٖ، وروی محمد عن ابی یوسف و ابی حنیفة ان الصلوة خلف اهل الاهواء لا یجوز کانه بناء علی ما عن ابی یوسف انه قال لا یجوز الا قتداء بالمتکلم و ان تکلم بالحق، قال الهنداوی یجوز ان یکون مراده من یناظر فی دقائق علم الکلام وقال صاحب المجتبیٰ یجوز ان یرید الذی قرره ابو حنیفة حین رای ابنه حماد ان یناظر فی الکلام فنهاه فقال رایتک تناظر فیه فقال کنا نناظر و کان علی رؤسنا الطیر مخافة ان یزل صاحبنا وانتم تناظرون وتریدون زلة صاحبکم ومن اراد زلة صاحبہٖ فقد اراد ان یکفر فهو قد کفر قبل صاحبہٖ وھٰذا المتکلم لا یجوز الاقتداء بہٖ۔

واعلم ان حکم بکفر من ذکرنا من اهل الاهواء ونحوهم مع ماثبت عن ابی حنیفة و الشافعی من عدم تکفیر اهل القبلة من المبتدعة کلهم محمله ان ذلک المعتقد نفسه کفر فالقائل به قائل بما هو کفر و ان لم یکفر بناء علٰی کون قولہٖ ذلک عن استفراغ وسعہٖ مجتهداً فی طلب الحق لکن جزمهم ببطلان الصلاة خلفهم لا یصح ھٰذا لجمع الا ان یراد بعدم الجواز عدم الحل مع الصحة والافهو مشکل ھٰکذا ذکره الشیخ کمال الدین ابن همام وعلی ھٰذا یجب ان یحمل المنقول علی ماعدا غلاة الروافض فان امثالهم لم یحصل منهم یذل وسع فی الاجتهاد فان القول بان علیاً هو الالٰه اوبان جبریل غلط ونحو

ذلک من السخف انما ھو متبع محض لھوا وھو اسوء حالاً ممن قال ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللّٰہ زلفٰی فلا یتاتی من مثل الامامین ان یحکم بانھم من اکفر الکفرۃ وانما کلامھما فی مثل من لہ شبھۃ فیما ذھب الیہ وان کان ماذھب الیہ عندالتحقیق فی حد ذاتہٖ کفراً کمنکر الرؤیۃ وعذاب القبر ونحو ذلک فان فیہ انکار حکم النصوص المشھورۃ والاجماع إلا ان لھم شبھۃ قیاس الغائب علی الشاھد ونحو ذلک مما علم فی الکلام وکمنکر خلافۃ الشیخین والسب لھما فان فیہ انکار حکم الاجماع القطعی الا انھم ینکرون حجۃ الاجماع باتھامھم الصحابۃ لکان لھم فی الجملۃ وان کانت ظاھر البطلان بالنظر الی الدلیل فبسبب تلک الشبھۃ التی ادیٰ الیھا اجتھادھم لم یحکم بکفرھم من ان معتقدھم کفر احتیاطاً بخلاف ما ذکرنا من الصلوٰۃ فتامل۔

نفس اسلام

ترجمہ: اور نماز کے لئے مبتدع کو بھی آگے کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ وہ عقیدے کے اعتبار سے فاسق ہے، یہ فاسق اس فاسق سے زیادہ شدید ہے جو عمل کے اعتبار سے فاسق ہو، اس لئے کہ فاسق عملی اپنے فسق کا اعتراف کرتا ہے، ڈرتا ہے اور استغفار کرتا ہے، برخلاف مبتدع کے، اور یہاں مبتدع سے ایسا شخص مراد ہے جو اہل سنت و جماعت کے مخالف عقیدہ رکھے، مبتدع کی اقتداء جائز ہے کراہت کے ساتھ اگر کوئی ایسا عقیدہ نہ رکھتا ہو جو اہل سنت کے نزدیک کفر تک پہنچانے والا ہو، رہا وہ مبتدع جو ایسا عقیدہ رکھتا ہو جو کفر تک پہنچانے والا ہو تو ایسے شخص کی اقتداء ہرگز جائز نہیں ہے جیسے غالی رافضی جو حضرت علی کے لیے الوہیت کا دعویٰ

کرتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ نبوت حضرت علی کے لئے تھی جبریل سے پہنچانے میں غلطی ہوئی اور اسی طرح کے کفریہ عقائد وغیرہ اور اسی طرح وہ شخص بھی جو حضرت عائشہ پر تہمت لگاتا ہو یا حضرت صدیق کی صحابیت کا انکار کرتا ہو یا آپ کی خلافت کا انکار کرتا ہو اور جیسا کہ جہمیہ اور قدریہ فرقے اور وہ مشبہہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے عام جسموں کی طرح جسم ہونے کے قائل ہوں اور وہ شخص جو شفاعت، رویت باری، عذاب قبر اور کراماً کاتبین کا انکار کرے۔

رہا وہ شخص جو صرف حضرت علی کی تفضیل کا قائل ہے تو وہ ان مبتدعین میں سے ہے جن کے پیچھے کراہت کے ساتھ نماز جائز ہے اور اسی طرح وہ شخص بھی جو یہ کہے کہ اللہ کا جسم ہے مگر عام جسموں کی طرح نہیں یا یہ کہے کہ اللہ کا دیدار ممکن نہیں ہے اس کی جلالت وعظمت کی وجہ سے۔

امام محمد نے قاضی ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ اہل ھواء وبدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، اس مسئلہ کی بنیاد اس روایت پر ہے جو ابو یوسف سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ متکلم کی اقتداء جائز نہیں۔ اگرچہ حق بات کہتا ہو۔ ہنداوی نے کہا کہ ممکن ہے اس سے ان کی مراد وہ متکلم ہو جو علم کلام کی باریکیوں میں بحث ومناظرہ کرتا پھرتا ہو، صاحب مجتبیٰ نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ ان کی مراد ابو حنیفہ کا وہ قول ہو جو انھوں نے اس موقع پر فرمایا تھا جب اپنے بیٹے حماد کو علم کلام میں مناظرہ کرتے ہوئے دیکھا تھا، تو آپ نے بیٹے کو منع فرمایا۔ بیٹے نے کہا کہ میں نے آپ کو بھی اس میں مناظرہ کرتے ہوئے دیکھا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ہم مناظرہ کرتے تھے (اور اتنے سکون واطمینان سے کرتے تھے) گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور ہم ڈرتے تھے کہ ہمارا

مد مقابل لغزش نہ کر بیٹھے اور اب تم لوگ مناظرہ کرتے ہو اور (مناظرہ میں) یہ چاہتے ہو کہ تمہارا مقابل غلطی کرے، جس نے یہ چاہا کہ اس کا مقابل غلطی کرے گویا اس نے یہ چاہا کہ اس کا مقابل کفر کرے، تو وہ اپنے مقابل سے پہلے کافر ہو گیا اور یہی وہ متکلم ہے جس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

جاننا چاہیے کہ جن اہل اھواء و بدعت کا ہم نے ذکر کیا ان پر حکم کفر لگانا جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی سے ثابت ہے کہ اہل قبل کی تکفیر نہیں کی جائے گی (تو یہ حکم کفر) اس بات پر محمول ہے کہ وہ نفس اعتقاد کفر ہے، تو اس کا قائل ایسی چیز کا قائل ہے جو کفر ہے۔ اگرچہ اس کی تکفیر اس بنیاد پر نہیں کی جائے گی کہ اس کا یہ قول طلب حق کی کوشش کرتے ہوئے اپنی استطاعت کو کشادہ کرنے کی وجہ سے ہے، لیکن ان کا اس بات پر جزم کرنا کہ ایسے بدعقیدہ کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، یہ درست نہیں ہے ہاں اگر عدم جواز سے مراد یہ لیا جائے کہ نماز درست ہونے کے باوجود حلال نہیں ہے (اگر یہ مراد نہ لیا جائے تو) یہ ایک مشکل مسئلہ ہے۔ شیخ کمال الدین ابن ہمام نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔

اس بنیاد پر ضروری ہے کہ منقول کو محمول کیا جائے غالی رافضیوں کے علاوہ پر، اس لیے کہ یہ اور ان کی طرح کے دوسرے لوگوں نے حق کی تلاش میں جدوجہد اور کوشش نہیں کی کیونکہ حضرت علی کو الٰہ ماننا یا پھر وحی لانے میں جبریل کے غلطی ہونے کی بات کہنا وغیرہ یہ سب محض نفس واھواء کی بنیاد پر ہے، یہ لوگ ان لوگوں سے برے حال میں ہیں جو یہ کہتے ہیں **مانعبدھم الا لیقربونا إلى الله زلفى** تو ان دونوں اماموں (یعنی ابوحنیفہ اور شافعی) سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ ایسے لوگوں کو کافر نہ کہیں بلکہ ان دونوں

حضرات کا کلام ان لوگوں کے بارے میں ہے جس کے اختیار کردہ موقف میں شبہ ہو۔ اگر چہ عندالتحقیق ثابت ہو جائے کہ ان کا موقف فی نفسہٖ کفر ہے جیسا کہ رویت باری تعالیٰ، عذاب قبر وغیرہ کا منکر، چونکہ اس میں نصوص مشہورہ کے حکم اور اجماع کا انکار ہے مگر یہ کہ اس معاملہ میں ان کے شبہات ہیں کہ انھوں نے غائب کو حاضر پر قیاس کر لیا ہے اور جیسے شیخین کی خلافت کا منکر، کیونکہ اس میں اجماع قطعی کے حکم کا انکار ہے مگر یہ کہ وہ لوگ اجماع کے حجت ہونے کا انکار کرتے ہیں صحابہ پر اتہام کرنے کی وجہ سے، لہٰذا فی الجملہ ان کے لئے ایک شبہ ہے جو اگر چہ دلیل کی طرف نظر کرتے ہوئے ظاہر البطلان ہے۔ تو وہ شبہ جس کی طرف ان کو ان کا اجتہاد لے گیا ہے اس کی وجہ سے احتیاطاً ان کی تکفیر کا حکم نہ دیا جائے گا، اگر چہ ان کا معتقد کفر ہو، برخلاف ان کی اقتداء کے حکم کے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا"۔

فتاویٰ عالمگیری میں فرمایا:

قال المرغنانی یجوز الصلاة خلف صاحب هویٰ و بدعة ولا یجوز خلف الرافضی والجهمی والقدری والمشبهة ومن یقول بخلق القرآن و حاصلهٗ ان کان هو لا یکفر صاحبه یجوز الصلوٰة خلفه مع الکراهیة والافلا هٰکذا فی التبیین والخلاصة وهو الصحیح هٰکذا فی البدائع۔

ترجمہ: مرغنانی نے کہا کہ صاحب بدعت کے پیچھے نماز جائز ہے مگر رافضی جہمی، قدری، مشبہہ اور خلق قرآن کے قائل کے پیچھے جائز نہیں ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر وہ بدعت ایسی ہو کہ جس کی وجہ سے اس کی تکفیر نہ کی جائے تو اس کے پیچھے کراہیت کے ساتھ نماز جائز ہے ورنہ نہیں، یہی تبیین

نفس اسلام

الحقائق اور خلاصہ میں بھی ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ بدائع میں ہے۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

والجمع بين قولهم لا نكفر احدا من اهل القبلة وقولهم يكفر من قال بخلق القرآن او استحالة الرؤية اوسب الشيخين او لعنهما وامثال ذلک مشکل کما قال شارح العقائد وکذا قال شارح المواقف ان جمهور المتکلمين والفقهاء على انه لا يكفر احدا من اهل القبلة وقد ذكر فى كتب الفتاوىٰ ان سب الشيخين كفر وكذا انكار اما متهما كفر ولا شک ان امثال هٰذه المسئله مقبولة بين جمهور المسلمين فالجمع بين القولين المذكورين مشکل۔ ووجه الاشكال عدم المطابقة بين المسائل الفرعية والدلائل الاصولية التى من جملتها اتفاق المتكلمين على عدم تكفير اهل القبلة المحمدية ويدفع الاشكال بان نقل كتب الفتاوىٰ مع جهالة قائلهٖ وعدم اظهار دلائلهٖ ليس بحجة من ناقلهٖ اذ مدار الاعتقاد فى المسائل الدينية على الادلة القطعية على ان فى تكفير المسلم قد يترتب مفاسد جلية وخفية فلا يفيد قول بعضهم انما ذكروه بناء على الامور التهديدية والتغليظية ولا يخفى انه يمكن ان يقال فى رفع الاشكال ان جزمهم ببطلان الصلاة خلفهم احتياطاً لا يستلزم جزمهم بكفرهم الا ترىٰ انهم جزموا ببطلان الصلاة مستقبلة الى الحجر احتياطاً مع عدم جزمهم انه ليس من البيت بل حكموا بموجب ظنهم فيه انه منه فاوجبوا الطواف من ورائهٖ ثم اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ماهو من ضروريات الدين كحدوث العالم

وحشر الاجساد وعلم اللہ تعالٰی بالکلیات والجزئیات وما اشبه ذلک من المسائل المهمات فمن واظب طول عمرهٖ علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الحشر او نفی علمهٖ سبحانه بالجزئیات لایکون من اهل القبلة وان المراد بعدم تکفیر احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا یکفر مالم یوجد شیٔ من امارات الکفر وعلاماتهٖ ولم یصدر عنه شیٔ من موجباتهٖ۔

ترجمہ: ’’علماء کے قول ’’ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے‘‘ اور ان کے اس قول کہ ’’جو قرآن کو مخلوق کہے یا رویت باری کو محال کہے یا شیخین کو سب وشتم اور لعنت کرے وہ کافر ہے‘‘ اور اسی قسم کے دوسرے اقوال کے درمیان جمع وتطبیق مشکل ہے، جیسا کہ شارح عقائد نے فرمایا ہے۔ اسی طرح شارح مواقف فرماتے ہیں کہ جمہور متکلمین وفقہا نے فرمایا کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور ساتھ ہی ساتھ کتب فتاویٰ میں یہ بھی مذکور ہے کہ سب شیخین کفر ہے اسی طرح ان کی امامت وخلافت کا انکار کفر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کے مسائل کی امثال عام مسلمانوں کے درمیان مقبول ہیں۔ تو اب ان دونوں اقوال کے درمیان جمع وتطبیق مشکل ہے۔

اس اشکال کی وجہ یہ ہے مسائل فروعیہ اور دلائل اصولیہ کے درمیان مطابقت نہیں ہو پا رہی ہے، دلائل اصولیہ ہی سے یہ بات بھی ہے کہ عدم تکفیر اہل قبلہ پر متکلمین کا اتفاق ہے اور یہ اشکال اس طرح دفع کیا گیا ہے کہ کتب فتاویٰ کی نقل قائل کے مجہول ہونے اور اس کے دلائل ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے حجت نہیں ہے۔ اس لئے کہ مسائل دینیہ میں ادلہ قطعیہ پر دارومدار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مسلمان کی تکفیر کرنے میں بہت سے ظاہر

اور پوشیدہ مفاسد مرتب ہوتے ہیں، یہاں پر بعض حضرات کا یہ کہنا مفید نہ ہوگا کہ (فقہا نے کتب فتاویٰ میں) ان کی تکفیر صرف تہدید وتغلیظ کے طور پر فرمائی ہے۔

مخفی نہ رہے کہ اشکال رفع کرنے کے لئے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اہل بدعت کے پیچھے احتیاطاً نماز کے فساد کا جزم کرنا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ان کی تکفیر کا بھی جزم کرلیا جائے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ فقہا نے احتیاطاً اس شخص کی نماز کے فساد کا جزم کیا ہے جو حجر اسود کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے، اس کے باوجود انھوں نے اس کا جزم نہیں کیا کہ حجر اسود بیت اللہ میں سے نہیں ہے، بلکہ اپنے ظن غالب کے مطابق انھوں نے حکم لگایا ہے کہ حجر اسود بیت اللہ کا حصہ ہے، لہٰذا انھوں نے اس کے سامنے سے طواف کو واجب قرار دیا ہے۔

پھر جاننا چاہیے کہ اہل قبلہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو ضروریات دین پر متفق ہوں مثلاً عالم کا حادث ہونا، جسموں کا حشر اور اللہ تعالیٰ کے تمام کلیات و جزئیات کے جاننے کا اعتقاد اور اسی قسم کے دیگر ضروری مسائل۔ جو شخص پوری زندگی طاعت وعبادت میں گزار دے مگر ساتھ ہی عالم کے قدیم ہونے یا اجسام کے حشر نہ ہونے یا اللہ تعالیٰ کے جزئیات نہ جاننے کا اعتقاد رکھے وہ ہرگز اہل قبلہ میں سے نہ ہوگا اور اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تکفیر اس وقت تک نہیں کی جائے گی جب تک کفر کی نشانیوں اور علامتوں میں سے کچھ نہ پایا جائے اور موجبات کفر میں سے کوئی بات ان سے صادر نہ ہو"۔

الحمدللہ تعالیٰ علی ختم الکتاب و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب و الیہ المرجع و المآب۔

☆☆☆

تعزیہ داری کے متعلق فتویٰ

سوال: ماہ محرم میں افعال خیر اور ان کا ثواب کربلا معلیٰ کے شہدا کرام علیہم السلام کی ارواح کو بخشنا کیا حکم رکھتا ہے؟ جیسا کہ ملک ہندوستان میں رائج ہے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب: افعال خیر کے نام پر ہندوستان میں جو چیزیں رائج ہیں وہ دو قسم کی ہیں، ایک تو وہ امور خیر کہ واقعی جن کا مطلقاً خیر ہونا شرع شریف سے ثابت ہے اور ماہ محرم میں ایصال ثواب کی نیت سے کیے جاتے ہیں ان کا حکم یہ ہے کہ امور خیر مثلاً ختم قرآن شریف، محبوبان حق سبحانہ کے صحیح حالات کا ذکر کرنا، مساکین پر صدقہ کرنا اور تمام مسلمین کو ہدایا اور تحفے دینا ان (سارے کاموں) کا خیر اور نیکی ہونا مطلقاً نصوص دین سے ثابت ہے، یہ کام کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ کیے جائیں موجب ثواب و برکت ہیں اور ان کا ثواب بزرگوں کی ارواح کو بخشنا درست ہے اور

(ایسا کرنا) نفع وفائدہ کا سبب ہے۔ لہٰذا محرم الحرام میں ایام شہادت جناب امام حسین کی مناسبت اور تعلق سے اس قسم کے کار خیر کرنا شرعاً موجب خیر وبرکت ہے اور ایصال ثواب کے ارادے سے یہ امور خیر انجام دینا نہایت مناسب اور موجب ثواب ہے۔

دوسرے فرضی نیک کام کہ جن کو اہل ہند نے نیک کام گمان کر لیا ہے اور در حقیقت قواعد شرعیہ کی رو سے ان کا نیک ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ ان کا برا ہونا شریعت سے ثابت ہے پس ایسے کاموں کو کرنا موجب گناہ ہے اور ان کی نسبت جناب امام ہمام (حسین) علیہ السلام کی طرف کرنے سے شریعت کا حکم تبدیل نہ ہوگا۔

انھیں کاموں میں سے ایک کام تعزیہ داری بھی ہے کہ لکڑی اور کاغذ وغیرہ سے تعزیہ تیار کیا جاتا ہے اور اس کو امام ہمام (حسین) کا روضہ قرار دے کر بازار اور گلی کوچوں میں گشت کرایا جاتا ہے اور جنگل میں لے جا کر اس کو دفن کر دیا جاتا ہے، دراصل اتنا ہی تعزیہ داری کی حقیقت و ماہیت ہے، باقی اس میں دوسری چیزیں مثلاً تصاویر وغیرہ اس کے زوائد وعوارض ہیں، اس سے قطع نظر کہ ان زوائد وعوارض سے گناہ صغیرہ وکبیرہ لازم آرہے ہیں صرف تعزیہ داری اور اس کو کار ثواب سمجھنا بھی قواعد شرعیہ اور ضوابط دینیہ سے واضح مخالفت رکھتا ہے۔ اولاً تو اس لیے کہ اس میں اسراف بے جا اور مال کی فضول خرچی ہے جو گناہ و وبال کا موجب ہے، اس کے لئے آیت کریمہ **ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین** (بیشک فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں) کافی ہے۔ کاش کہ وہ مال جو ایصال ثواب کی نیت سے تعزیہ داری میں خرچ کیا جاتا ہے اور اس کو زمین میں دفن کر دیتے ہیں اس کا دسواں حصہ بھی اگر (ضرورت مند) سادات کرام کی خدمت میں نذر کر دیتے تو حق سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے محبوبوں کی خوشنودی کا سبب ہوتا، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص ہر روز یا ہر سال جناب رسالت مآب ﷺ کے ایصال ثواب کے خیال سے درہم و دینار یا کاغذ اور لکڑی وغیرہ زمین میں دفن کر دے، یا کنوئیں اور دریا میں ڈال دے اور اس کام کو باعث ثواب سمجھے، کوئی بھی عقل منداس حرکت کو جائز نہیں سمجھے گا۔

(تعزیہ داری کے ناجائز ہونے کی) دوسری وجہ یہ ہے کہ من گڑھت چیز کو حضرت امام حسین

کی طرف منسوب کر کے اپنے وہم و گمان میں یہ سمجھ لینا کہ یہ بعینہ وہی چیز ہے اور اس سے برکت حاصل کرنا یہ شریعت سے موافقت نہیں رکھتا، اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنے گھر کو خانۂ کعبہ قرار دے یا اس کو حضور ﷺ کا روضہ مقدسہ قرار دے یا کوئی کنواں کھود کر اس کو کوثر و زمزم کہے وغیرہ پس کسی چیز کو ایسے ہی زبان سے کچھ قرار دے کر اس کی تعظیم کرنا یہ اپنے وہم و گمان کی پیروی ہے بلکہ اپنی جانب سے شریعت ایجاد کرنا ہے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ کوئی تعزیہ اس روضہ مقدسہ کی بالکل صحیح مثال ہو جس کو ایران کے رافضی سلاطین نے اپنے عہد میں توڑ کر درست کر کے بنایا تھا، لہٰذا (تعزیہ کے ہو بہو ویسا ہی ہونے کی بنیاد پر) اس کو فرضی اور من گھڑت نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ آپ نے امر دوم کے بیان میں (فرضی اور من گھڑت ہونے کی بنیاد پر) تعزیہ داری کے عدم جواز کا حکم لگایا ہے اور ساتھ ہی اس میں برکت حاصل کرنے کا بھی عقیدہ نہ ہو (تو پھر تو یہ تعزیہ جائز ہونا چاہیے؟)

اس کا جواب چند وجوہ سے ہے:

۱۔ ان مذکورہ سلاطین کے بنائے ہوئے در و دیوار کے نقشہ کا باعث برکت ہونا از روئے شرع کوئی صورت نہیں رکھتا۔

۲۔ اس قسم کے نقشے بنانے میں مال خرچ کرنا فضول خرچی سے خالی نہیں ہے۔

۳۔ اور ان سب باتوں سے قطع نظر بغیر میت کے قبریں بنانا جیسا کہ تعزیہ میں لکڑی وغیرہ کی بنائی جاتی ہیں شرعاً ممنوع ہے۔

۴۔ اور بالفرض اگر تعزیہ ان تمام ممنوعات سے خالی بھی ہو تب بھی کوئی ایسا کام جو مستند فقہا اور معتمد محدثین سے منقول نہ ہو بلکہ فاسقوں اور جاہلوں نے بلا دلائل شرعیہ ایجاد کر لیا ہو وہ بدعت سیئہ میں داخل ہے، لہٰذا ایسا کام کرنا گناہ اور اس کو جائز سمجھنے والا بدمذہب اور گناہگار ہے۔ رہے وہابی نجدی اور اسماعیلی فرقے کے لوگ جو صرف تعزیہ بنانے والوں اور دیکھنے والوں پر مشرک ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں یہ محض ان کی جہالت و گمراہی ہے۔

اگر کوئی اعتراض کرتے ہوئے یہ مسئلہ پیش کرے کہ حرام کو حلال قرار دینا اور معصیت کو

نفس اسلام

مباح کرنا کفر ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ کسی خاص فعل کا نصوص قطعیہ سے حرام اور معصیت ہونا ثابت ہو اور وہ ضروریات دین میں داخل ہو اور یہ معاملہ یہاں مفقود ہے لہٰذا تعزیہ داری پر حکم کفر لگانا مردود ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ الفقیر الحقیر
عبدالقادر محب رسول
ابن مولانا فضل رسول حنفی قادری بدایونی کان اللہ لہما

☆☆☆

مجلسِ مرثیہ خوانی کے متعلق فتویٰ

سوال: جناب سید الشہداء ریحان رسول الثقلین حضرت امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام کے ذکر شہادت کی مجلس منعقد کرنا جیسا کہ ماہ محرم میں ہندستان میں رائج ہے از روئے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا و توجروا۔

الجواب: مجالس ذکر شہادت کا رواج ان شہروں میں کئی طرح کا ہے اور ہر قسم شریعت مطہرہ کے مطابق الگ الگ حکم رکھتی ہے۔

پہلی قسم - اس قسم کی مجالس کا رواج بہت اقل قلیل ہے۔ یہ مجلس وہ ہے جس میں معتمد محدثین کی کتابوں سے صحیح اور معتمد روایات ہوں ان روایات میں سے کچھ شاہ عبدالعزیز دہلوی کے رسالہ ''سر الشہادتین'' میں مذکور ہیں۔ یہ روایات معتمدہ اجر جزیل اور صبر جمیل کے حصول کی نیت

سے نثر میں وعظ کے طور پر یا نظم میں بغیر مروجہ غناء پڑھی جائیں اور ان روایات صحیحہ میں سے بھی ایسے الفاظ ساقط کر دیئے جائیں جو عوام کی نظر میں سوء ادب کا وہم پیدا کریں، نوحہ گری اور سینہ کوبی وغیرہ جو امور ممنوعہ ہیں اس مجلس میں نہ ہوں تو ایسی مجلس کا حکم یہ ہے کہ اس قسم کی مجالس رب الارباب کی رحمت نازل ہونے کا سبب، بے حساب اجر کا باعث اور محل ثواب ہے۔ لیکن اس قسم کی محافل کا انعقاد سوائے چند مقامات کے میں نے نہیں سنا۔

دوسری قسم - مرثیہ خوانی کی مجلس آراستہ کی جائے اور اس میں اس قسم کے مرثیہ پڑھے جائیں جن میں انبیاء کرام یا ملائکہ عظام علیہم السلام کی بے ادبی و اہانت ہو یا غیر نبی کی نبی پر فضیلت لازم آ رہی ہو، جیسا کہ اکثر مروجہ مرثیوں میں حضرت جبریل یا حضرت سلیمان یا حضرت موسیٰ یا حضرت یوسف یا حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی ہتک و توہین ہوتی ہے۔

اس قسم کی مجالس کا حکم یہ ہے کہ ایسی مجلس منعقد کرنے اس میں حاضر ہونے اور ان کفریہ کلمات کو سننے سے کفر لازم آتا ہے اور اگر ان کلمات کفریہ پر اصرار اور ان کا التزام ہو تو یقیناً آدمی کافر ہو جائے گا۔

تیسری قسم - مرثیہ خوانی کی مجلس آراستہ کی جائے اور اس میں ایسے مرثیہ پڑھے جائیں جو روافض کے تصنیف کردہ ہوں جو کہ اپنے مذہب کی واہی روایتوں کی بنیاد پر نظم کرتے ہیں اور اکثر ان میں اشارہ و کنایہ سے سخت تبرا ہوتا ہے اور جو عقائد اہل سنت کی مخالفت سے ہرگز خالی نہیں ہوتے۔ اس قسم کی مجالس کا حکم یہ ہے کہ ایسے مرثیے پڑھنے والا، سننے والا اور ایسی مجالس منعقد کرنے والا اہل سنت سے خارج اور روافض میں داخل ہے۔

چوتھی قسم - ایسے مرثیے جن میں جاہلوں کی جھوٹی اور من گھڑت روایتیں ہوں گو کہ عقائد اہل سنت کے صراحۃً مخالف نہ ہوں، ایسی مجالس کا حکم یہ ہے کہ بلاشبہ ایسی مجالس منعقد کرنا اور ایسے مرثیہ سننا موجب گناہ ہے، نوحہ کرنا، سینہ پیٹنا اور کالے کپڑے پہننا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

پانچویں قسم - علماء اہل سنت کی معتمد کتب سے صحیح روایات پر مشتمل مراثی مروجہ غناء کے طور

پر پڑھنا، یہ قسم مختلف فیہ ہے اولاً تو اس لئے کہ غناء کے جواز وعدم جواز میں علماء کا اختلاف ہے، دوسری یہ کہ اس قسم کی مجالس میں روافض کے خاص شعار سے مشابہت ہے، لہٰذا اس قسم کی مجلس سے بچنا ہی بہتر ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ الفقیر الحقیر

عبد القادر محب رسول

ابن مولانا فضل رسول حنفی قادری بدایونی کان اللہ لہما

☆☆☆

Nafse Islam
نفس اسلام

Nafse Islam
نفس اسلام

تکملہ ردروافض

Nafse Islam
نفس اسلام

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

ترجمہ

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ العزیز العلام ولی الانعام واکمل الصلوٰۃ وافضل السلام علی سید الانام سیدنا و مولانا محمد ن الذی ھو للانبیاء ختام وعلی آلہٖ العظام و اصحابہٖ الکرام و اولیاء امتہ إلی یوم القیام،

اما بعد۔

فقیر سید حسین حیدر حسینی قادری تمام اہل اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس سے قبل میں نے علماء اعلام کی خدمت میں روافض سے نکاح اور نماز میں ان کی اقتداء کے بارے میں ایک استفتاء کیا تھا، چونکہ علماء کے جوابات میں روافض کے بعض عقائد کے بارے میں حکم کفر اور بعض عقائد کے بارے میں حکم فسق تحریر کیا گیا تھا، نیز یہ کہ روافض کے فرقوں کے درمیان عقائد کے سلسلہ میں اختلاف درجۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے لہٰذا دور حاضر کے ایک شیعہ مجتہد اور ان کے متبعین کے عقائد جاننے کے لئے میں نے ایک سوال نامہ مرتب کیا، ان سے ان سوالوں کے جواب حاصل کیے، پھر ان سوال و جواب کو علماء اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا اور ان تمام سوالات و جواب کو جمع کر کے ایک رسالہ کی شکل دی، اللہ تعالیٰ تمام اہل سنت کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے **واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔**

اس رسالہ کا نام ''تکملہ رد روافض'' رکھتا ہوں، ناظرین کرام سے امید کرتا ہوں کہ مجھ فقیر کو دعاء خیر میں یاد رکھیں گے **وباللہ التوفیق وعلیہ التکلان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

سوال (ا): قذف عائشہ صحیح ہے یا عائشہ قذف سے بری تھیں، جیسا کہ مخالفین کہتے ہیں اور ان کی برأت کے لئے دلیل میں قرآنی آیات لے کر آتے ہیں، غرض کہ ان کا حال کیا تھا؟

جواب: چند وجوہ سے قذف عائشہ صحیح نہیں ہے، پہلی تو یہ کہ قذف فی نفسہٖ حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اس کے واسطے شارع کی جانب سے ایک سزا مقرر ہے، قرآن مجید میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> **والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة**(ا)
>
> اور جو لوگ پاک باز عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو ان کو اسّی کوڑے لگاؤ۔

دوسری وجہ یہ کہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا ایسے کام کا ارتکاب کرنا جو قذف کا موجب ہو ہرگز ثابت نہیں۔

تیسری یہ کہ بغیر ثبوت قطعی کے مومنین ومومنات میں سے کسی کی طرف زنا کی نسبت کرنا اہل ایمان کے شایان شان نہیں ہے چہ جائے کہ نبی کریم (ﷺ) کی ازواج میں سے کسی کی طرف اس کی نسبت کرنا جو یقیناً جناب رسالت مآب (ﷺ) کے آداب کے خلاف ہے۔

عائشہ.........(۲) پر تہمت لگانا ناجائز ہے اور لگانے والا گنہ گار اور شرعی سزا کا مستحق ہے، جیسا کہ جناب غفران مآب اعلی اللہ مقامہ نے ''تکفیر المکفرین'' میں ارشاد فرمایا ہے، ہاں باتفاق امامیہ (شیعہ) عائشہ.........(۳) تھی، جیسا کہ رسول خدا (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: **یا علی حربک حربی وسلمک سلمی** (اے علی تمہارا جنگ کرنا میرا جنگ کرنا ہے اور تمہارا جنگ بندی کرنا میرا جنگ بندی کرنا ہے) اور یہ بات ظاہر ہے کہ عائشہ نے جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ جنگ کی تھی، مقدمات کو ترتیب دینے کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عائشہ نے رسول خدا کے ساتھ جنگ کی اور واضح ہے کہ رسول خدا (ﷺ) سے جنگ کرنے والا یقیناً

ا۔ سورۂ نور: ۴

۲۔ اس جگہ تبرا کے سخت الفاظ تھے اس لئے سفیدی چھوڑ دی گئی (سید حسین حیدر)

۳۔ ایضاً

..................(۱) ہے، نیز یہ کہ عائشہ نے جناب امیر علیہ السلام پر جو کہ باتفاق فریقین اولی الامر میں سے تھے خروج کیا ہے، حالانکہ ازواج نبی (ﷺ) کی نسبت خدا نے فرمایا

وقرن فی بیوتکن ولاتبرجن تبرج الجاھلیة الاولٰی۔ (۲)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور اگلی جاہلیت کی سی بے پردگی کر کے بے پردہ نہ پھرو۔

اور (عائشہ نے) امیر علیہ السلام سے اپنی عداوت ظاہر کردی حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

اطیعو اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ (۳)

ترجمہ: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔

اسی طرح اور دوسری وجوہات بھی ہیں، اس مختصر جواب میں جن کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے واللہ یعلم۔

سوال (۲): اہل بیت نبوی صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کا مرتبہ بالخصوص مولانا ومقتدانا حضرت امیر المؤمنین امام المسلمین خلیفہ بلافصل یعنی شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ کا مرتبہ تمام انبیاء سے سوائے حضرت سرور کائنات ختم المرسلین علیہ الف الف تحیۃ والثناء افضل ہے یا نہیں؟

جواب: یقینا ائمہ ھدا (علیہم التحیۃ والثنائ) کے مراتب تمام انبیاء بلکہ اولوالعزم رسولوں سے بھی زیادہ ہیں سوائے حضرت خاتم المرسلین (صلوٰۃ اللہ علیہ) اور جناب امیر علیہ السلام کا رتبہ بھی افضل واعلیٰ ہے جیسا کہ آپ کی سیرت اور خصائص کی طرف مراجعت کرنے سے ظاہر ہوتا ہے اور آنحضرت (ﷺ) اور دیگر انبیاء کے کلمات جو آپ کے بارے میں ہیں ان سے پتا چلتا ہے اور بے شمار آیات و روایات اس امر پر دلالت کرتی ہیں، مثال کے طور پر جناب رسول خدا (ﷺ) نے جناب امیر علیہ السلام کو اپنا ''نفس'' فرمایا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول

۱۔ اس جگہ تبرا کے سخت الفاظ تھے اس لئے سفیدی چھوڑ دی گئی (سید حسین حیدر)

۲۔ احزاب: ۳۳

۳۔ النساء: ۵۹

سے ظاہر ہے:

تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم۔ (۱)

ترجمہ: آؤ! ہم اور تم اپنے اپنے لڑکوں کو بلائیں اور اپنی اپنی لڑکیوں کو بھی بلائیں اور خود ہم اور تم بھی جمع ہو جائیں۔

فریقین (یعنی سنی وشیعہ) کے اتفاق سے یہ بات ثابت ہے کہ مباہلہ کے دن امیر علیہ السلام جناب رسول خدا (ﷺ) کی جگہ پر تھے اور عقل سلیم اور فہم مستقیم پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ جناب رسول خدا (ﷺ) تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ (اب جبکہ امیر علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کی جگہ پر ہیں تو) قیاس مساوات کا تقاضا ہے کہ حضرت امیر کی فضلیت تمام انبیاء پر ثابت ہو، چہ جائے کہ مساوات، ہاں جناب ولایت مآب (حضرت علی) کی فضلیت یا مساوات من کل الوجوہ حضرت رسالت مآب (ﷺ) سے کفر ہے، ورنہ فرع کی فضلیت یا مساوات اصل کے ساتھ لازم آئے گی اور کسی عقل مند کی عقل اس کو جائز نہ رکھے گی۔

nafseislam WWW.NAFSEISLAM.COM

سوال (۳): رسول خدا (ﷺ) سے تقیہ کا واقع ہونا ثابت ہے یا نہیں؟ اور تقیہ کا معنی کیا ہے؟

جواب: تقیہ کا معنی یہ ہے کہ مواضع مستثنیٰ کے علاوہ اعداء دین کے ضرر سے اپنے نفس کی حفاظت کرنا۔ تقیہ کا وجوب ضروریات مذہب میں سے ہے اور قرآن مجید کی نص سے اس کا ترک کرنا منع ہے اور جناب رسالت مآب ﷺ کا تقیہ کرنا کئی مقامات پر ثابت ہے جیسا کہ غار کے احوال مشہور ہیں بلکہ مہر نیم روز سے زائد روشن ہیں۔

سوال (۴): ائمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین پر صحائف کا نازل ہونا کس طور پر ہے آیا بطریق الہام ہے یا بطریق وحی انبیاء ہے؟

جواب: وہ صحیفے اور کلمات جو ان حضرات سے ثابت ہیں وہ یا تو الہام کی مثل تھے یا پھر بالواسطہ رب علام کی وحی کی جانب مستند تھے، چونکہ یہ حضرات عصمت کی وجہ سے نفسانیت اور

۱۔ آل عمران: ۶۱

کلام خطا سے مبرّا تھے، اوران حضرت کے کلمات حق سمات وحی یا الہام کی جانب منسوب تھے، یہ وحی ربانی کا خلاصہ یا کتب ربانیہ کی شرح تھے، لہٰذا بطور مجاز ان کلمات کی نسبت خدا کی طرف کرنا جائز و درست ہے۔

سوال (۵): مسئلہ بدأ صحیح ہے یا نہیں؟ اور بدأ کا معنی کیا ہے؟

جواب: بدأ کا اصطلاحی معنی بمقتضاء مصلحت علم خدا میں تغیر وتبدیلی ہونا ہے نہ کہ پشیمانی کے طور پر جیسا کہ مثلاً زید کی عمر علم الٰہی میں ۴۰ سال ہے اب صلہ رحمی اور نیکی کی وجہ سے یہ مقدار عمر محو کر کے اس کی جگہ ۵۰ سال عمر لکھ دی گئی اور یہ تبدیلی اس علم کے ساتھ مخصوص ہے جو لوح محو و اثبات میں درج ہے، اور علم لوح محفوظ اس قسم کے تغیرات سے محفوظ ہے، اس اجمال کی تفصیل کتب مبسوطہ مثلاً حق الیقین اور حدیقۂ سلطانیہ وغیرہ میں دیکھنا چاہیے۔

سوال (۶): رسول علیہ السلام کے ساتھ غار ثور میں ابوبکر کی صحبت صحیح ہے یا نہیں؟ جیسا کہ مخالفین اس آیت سے ثابت کرتے ہیں:

ثانی اثنین اذھما فی الغار۔ (۱)

اس آیت کا معنی کیا ہے؟

جواب: اس آیت کی روشنی میں یار غار کی ہمراہی تسلیم ہے لیکن اس سے کسی قسم کی فضیلت کا اثبات ہونا تسلیم نہیں ہے ورنہ دعویٰ کرنے والے کے اوپر دلیل لانا لازم، اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے پاس اس امر پر کوئی دلیل نہیں ہے اور شاعر نے کیا اچھی بات کہی ہے:

..........................(۲)

سوال (۷): عثمان کے جمع کئے ہوئے قرآن میں کسی بھی طریقے سے تحریف ونقصان واقع ہوا ہے یا نہیں؟ مثلاً اعراب وکلمات میں تغیر یا آیات میں تغیر یا ان آیتوں اور سورتوں کا اخراج جو مدائح مرتضوی یا دیگر اہل بیت نبویہ کی شان میں تھیں اور ترتیب میں مخالفت وغیرہ واقع ہوئی ہے یا

نفس اسلام

۱۔ التوبۃ: ۴۰

۲۔ اس شعر میں صدیق اکبر کی شان میں تبرا تھا اس لئے بیاض چھوڑ دیا گیا (سید حسین حیدر)

نہیں؟ اگر ہاں تو قرآن شریف کو ناقص کہا جا سکتا ہے یا کامل؟

جواب: قرآن کو جمع کرنے والے بلکہ قرآن کو جلانے والے اور اس میں تحریف کرنے والے کی جانب سے قرآن کریم کے نظم یعنی ترتیب آیات وغیرہ میں تحریف ہونا فریقین کے مفسرین کے کلام کی روشنی میں ایسا ثابت ہے کہ بیان سے مستغنی ہے۔ اسی طرح اہل بیت علیہم السلام کی فضیلت میں وارد بعض آیات میں کمی کئے جانے کے سلسلہ میں بہت سے قرائن اور بے شمار آثار و روایات موجود ہیں، جیسا کہ سیوطی کی درمنثور میں ہے کہ آیت کریمہ: **کفی اللّٰہ المومنین القتال۔** (اللہ نے مومنوں کو جنگ سے بچالیا، الاحزاب ۲۵)

دراصل اس طرح تھی **کفی اللّٰہ المومنین القتال بعلی ابن ابی طالب** (علی ابن ابی طالب کے سبب اللہ نے مومنوں کو جنگ سے بچالیا)

اسی طرح آیت کریمہ اس طرح تھی:

> **یاایہاالرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیاً امیر المومنین۔** (اے رسول آپ پہنچا دیجئے جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل فرمایا گیا ہے کہ علی امیر المومنین ہیں)

جب قرآن کے اندر کمی کیا جانا شیعوں کے اقوال سے قطع نظر خود سنیوں کے کلام سے ثابت ہو رہا ہے تو اب عثمان کی تحریف میں کیا شک و شبہ رہا۔ عیاں را چہ بیاں، لیکن اس کمی کئے جانے سے اصل قرآن میں کمی ہونا لازم نہیں آتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جامع القرآن نے اپنے فطری نقص کی وجہ سے قرآن کی جمع و تالیف میں تنقیص کی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں، جیسا کہ اس بات میں شک نہیں کہ اصل قرآن میں کوئی نقص نہیں۔

سوال (۸): ناصبی لوگ (یعنی اہل سنت) اپنے تسلیم شدہ مسائل و عقائد کی وجہ سے جمہور علماء امامیہ رحمہم اللہ کے نزدیک مسلم ہیں یا نہیں؟ ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ اور ان سے نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: جاننا چاہیے کہ سنی لوگ بظاہر شہادتین کا اقرار کرتے ہیں اور دیگر شعائر اسلام بھی اختیار

کئے ہوئے ہیں، لیکن بباطن اس کے منکر ہیں، اگر منکر نہ ہوتے تو یہ بات ممکن نہیں تھی کہ حدیث بضعه کے متواتر ہونے کے باوجود اہل بیت اور بالخصوص جناب سیدہ کی ایذا رسانی ان سے سرزد ہوتی۔ اس ایذا رسانی کا صدور خود ان کی صحاح ستہ (جن کا لقب صحاح رکھا ہے مگر حقیقتاً وہ ضعاف ہیں) سے ظاہر و باہر ہے اور بے شمار قرائن سے ثابت ہے جن میں سے کچھ کا ذکر ہم نے اپنی تفسیر میں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احکام دو قسم کے ہیں (۱) احکام شریعت ظاہری ان کا دار و مدار ظاہر حال پر ہوتا ہے، مثلاً وراثت کا جاری ہونا یا نکاح وغیرہ کرنا، (۲) احکام شریعت باطنی و اخروی ان کا دار و مدار باطنی امور اور پوشیدہ نیتوں پر ہوتا ہے۔ **فان لکل امرء مانوی ان خیراً فخیر أو ان شر أفشر أو انما الاعمال بالنیات۔** (ترجمہ: آدمی جیسی نیت کرتا ہے اس کے لئے ویسا ہی ہے اگر خیر کی نیت کرے تو خیر اور اگر شر کی نیت کرے تو شر بیشک اعمال کا دار و مدار نیت کے اوپر ہے۔)

پس مصلحت شرعیہ اور حکمت الٰہیہ کا مقتضیٰ یہی ہے کہ اس دنیا میں ان کا (یعنی سنیوں کا) حکم ہماری طرح ہو اور اُس جہاں میں ان کا حکم مشرکین کی طرح ہو۔ خلاصہ یہ کہ ان کا آغاز اہلِ ایمان کے آغاز کی طرح ہے اور ان کا انجام مشرکین کے انجام کی طرح ہے۔ **اعاذنا اللہ تعالیٰ**، ان کا ظاہر اسلام اور باطن کفر ہے۔ ان کا معاملہ اس شخص کی طرح نہیں ہے جس کا ظاہر و باطن دونوں مومن ہوں جیسے ہم لوگ جن پر بالکلیہ ایمان کا حکم لگایا جاتا ہے، اور نہ ہی ان کا معاملہ اس شخص کی طرح ہے جس کا ظاہر و باطن دونوں کفر ہوں اور اس پر بالکلیہ حکم کفر لگایا جائے، بلکہ ان کا حال کفار کے نابالغ بچوں کی طرح ہے، کیوں کہ کفار کے بچے اگر سنِ تمیز سے پہلے فوت ہو جائیں تو حدیث **کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام** (ہر پیدا ہونے والا فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے) کے مطابق وہ کفر و شرک سے مبرا تھے لہٰذا ان پر نہ کفر و شرک کا حکم لگے گا اور نہ انھیں اس کا عقاب پہنچے گا، ہاں البتہ ظاہری احکام میں اپنے والدین کے تابع ہوں گے اور چونکہ ان کا ظاہر کفر ہے لہٰذا احکام ظاہریہ کفریہ ان پر

نافذ ہوں گے، جیسا کہ ان کے والدین پر نجس ہونے کا حکم ہے وہی حکم ان پر بھی لگے گا وغیرہ۔

خلاصہ یہ کہ چونکہ اہل سنت اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور باطن میں کفر چھپاتے ہیں لہٰذا ان کے ظاہری احکام ظاہر شریعت کے مطابق ہوں گے اور باطنی احکام ان کے باطن کے مطابق اور اس سلسلہ میں مختلف احادیث وارد ہیں ان کو آپس میں تطبیق دینے کا تقاضا بھی یہی ہے، کیونکہ حدیث بضعہ کا مفاد یہ ہے کہ یہ لوگ کافر ہوں اور امام ہمام حضرت جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے اہل شام سے ہشام کا جو مناظرہ ہوا تھا اس کے بعض فقرے ان کے اسلام کا تقاضا کرتے ہیں، اب ان دونوں اخبار کے درمیان جمع و تطبیق کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے باطن پر کفر کا حکم لگایا جائے اور ظاہر پر اسلام کا، ہاں البتہ ان کے پاک ہونے کا حکم یک گونہ احتمال رکھتا ہے جو زبانی تقیہ پر مرتب ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر ان کو ''نجاست معفوہ'' میں سے شمار کیا جائے تو کچھ عجب نہیں، جیسا کہ بعض ظریف علماء سے منقول ہے۔

مومنہ عورت کا نکاح کسی سنی سے کرنے کے سلسلہ میں اختلاف ہے، احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے، خصوصاً اوائل عمر میں، ہاں اگر اتفاقاً ایسا نکاح ہو جائے تو فسخ کا حکم نہیں دیا جائے گا، مگر زیادہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ حتی الوسع خلع کے ذریعہ معاملہ کر کے ان کی قربت و نزدیکی سے پرہیز کریں اور ان کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں ہے، لیکن اگر تقیہ شرعی میں مبتلا ہو تو پڑھ لے۔ واللہ اعلم

فقط سید علی محمد

سوال از علمائے اہل سنت

علماء اہل سنت کی بارگاہ میں سوال ہے کہ جو شخص مندرجہ بالا جوابوں میں مذکور عقیدے رکھتا ہو جمہور اہل سنت کے نزدیک اس کا حکم کیا ہے؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ ایسے عقیدے کے حامل کے ساتھ نکاح کرنا کیسا ہے؟ ان کے عقیدے کی تردید اور وہ مفصل دلائل جو رسائل مطولہ میں لکھیں ہیں ان کو تحریر فرمانے کی حاجت نہیں ہے، سائل کا مقصد صرف حکم شرعی جاننا ہے۔

جواب از علمائے اہل سنت

جواب (۱)- مذہب اہل سنت و جماعت کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ زوجۂ مطہرہ جناب رسول خدا ﷺ پر بدکاری کی تہمت لگانا بالاجماع کفر ہے، روافض کی بہت سی کتابوں میں اس کفر شنیع کا اقرار موجود ہے۔ اب رہا یہ کہ اس مجتہد نے پہلے سوال کے جواب میں اس کا انکار کر کے صرف تبرّا اور لعن طعن پر اکتفا کیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس قسم کا اعتقاد رکھنے والوں کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بہت سے فقہا نے ایسے شخص پر کفر کا حکم لگایا ہے، لہٰذا ان فقہا کے مسلک پر ایسے شخص کے پیچھے نماز قطعاً فاسد ہے اور ان سے نکاح کرنا یقینا حرام ہے، لیکن متکلمین نے قطعیت کے ساتھ حکم کفر نہیں لگایا ہے، بلکہ ایسے شخص کو مبتدع (بدعتی) لکھا ہے اور یہی مذہب محققین نے اختیار کیا ہے، لہٰذا اس مذہب پر فساد اقتداء کا قطعی ہونا اور نکاح کی حرمت کا یقینی ہونا لازم نہیں آتا، ہاں البتہ اقتداء نماز اور مناکحت میں کراہت تحریمی لازم آتی ہے جو قریب حرام ہے، اس مسئلہ کی تفصیل فقہ کی کتابوں مثلاً ردالمحتار وغیرہ میں مذکور ہے اور روافض کے اوہام کا بطلان دلائل کافیہ اور شافیہ کے ساتھ کلام و عقائد کی کتابوں میں درج ہے۔ یہاں سائل کی خواہش کے مطابق تفصیلی دلائل سے قطع نظر صرف بیان حکم پر اکتفا کیا گیا ہے۔

جواب (۲)- مذہب اہل سنت و جماعت کے مطابق کسی غیر نبی کو انبیاء میں سے کسی پر

فضیلت دینا کفر اور ائمہ اعلام کے اجماع کی رو سے دائرہ اسلام سے خروج ہے، چونکہ جواب میں اس شیعی مجتہد نے اس بات کا التزام کیا ہے لہٰذا ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے، ایسے کی اقتداء میں نماز فاسد اور ان سے مناکحت حرام ہے۔

جواب (۳)- تقیہ جو فریقین (شیعہ وسنی) کے درمیان متنازع ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمنان دین کے ضرر پر اپنے نفس کی حفاظت مقدم رکھنا، مگر شیعہ مجتہد نے اس کی مثال میں جو ہجرت کی حکایت اور غار ثور کا واقعہ پیش کیا ہے وہ محض مغالطہ ہے، بحث اس بات میں ہے کہ کافروں کے روبرو اقوال کاذبہ و باطلہ کا تکلم اور کتمان حق اللہ تعالیٰ کے حکم کے باوجود صرف وہم وگمان اور دشمنوں کی ایذا رسانی کے خوف سے باوجودے کہ حق سبحانہ کی جانب سے حمایت و اطمینان کا وعدہ ہے۔ تقیہ کا وہ معنی جو روافض کے مذہب کے مطابق ہے اس کی نسبت انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف کرنا کفر ہے، لہٰذا جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔

جواب (۴)- جناب خاتم النبیین ﷺ کے بعد آسمانی صحائف کا نازل ہونا اور وحی ربانی کا آنا روافض کی کتب معتمدہ سے ثابت ہے اور یہ ائمہ دین کے اجماع کے مطابق یقینا کفر ہے۔ رہا یہ کہ اس شیعہ مجتہد نے سائل کے سوال کے جواب میں وحی حقیقی کا انکار کیا ہے اور الہام اور وحی مجازی کو ثابت رکھا ہے اور اس کو ائمہ کرام کی عصمت کے اعتقاد کی جہت سے جائز رکھا ہے۔ پس اس کا حکم یہ ہے کہ غیر انبیاء علیہم اسلام کے لئے عصمت کا اثبات بدمذہبی اور گمراہی ہے اور بعض علماء نے ایسے شخص پر حکم کفر بھی لگایا ہے۔ بہر حال ایسے شخص کی اقتداء میں نماز فاسد اور مناکحت حرام ہے۔

جواب (۵)- مسئلہ بدء میں اگر چہ اس شیعہ مجتہد نے بدء کے اس معنی مشہور کا انکا کیا ہے جس کا التزام یقینا کفر ہے، لیکن بدء کا دوسرا معنی اختیار کیا ہے مگر اس معنی کا اعتقاد بھی کفر ہے اور اس کا معتقد کافر ہے۔ اس لئے کہ جس طرح حق سبحانہ کی جانب پشیمانی کی نسبت کفر ہے۔ اسی طرح پہلے سے مصلحت کا علم نہ ہونے اور بعد میں اس مصلحت پر مطلع ہونے کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا کفر ہے۔ لہٰذا ایسے اعتقاد والے کی اقتدا اور مناکحت کا وہی حکم ہے جو پیچھے مذکور ہوا۔

جواب (٦)- صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شرف صحبت نص قرآنی سے ثابت ہے اور قطعیات وضروریات دین سے ہے۔ اس کا منکر بہر حال کافر ہے، لیکن چونکہ یہ مجتہد جواب میں شرف صحبت سے انکار کی جرأت تو نہ کر سکا صرف تبرا پر اکتفا کیا لہٰذا اس مسئلہ میں حکم یہ ہے کہ صحابہ پر تبرا کرنے والوں پر فقہاء کرام نے حکم کفر لگایا ہے اور محققین و متکلمین نے صرف مبتدع اور فاسق کہا ہے، بہر حال ایسا اعتقاد رکھنے والے کے پیچھے نماز اور اس سے نکاح حرام ہے (پہلے مذہب پر) یا مکروہ تحریمی ہے (دوسرے مذہب پر) جو کہ قریب بہ حرام ہے، ہاں البتہ دوسرا مذہب راجح ہے۔

جواب (٧)- اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کریم از اول تا آخر اپنی تمام سورتوں، آیتوں، حروف اور الفاظ کے ساتھ متواتر ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی حفاظت سے محفوظ ہے۔ سرور کائنات ﷺ کی حیات شریفہ میں جس قدر خود حق سبحانہ وتعالیٰ نے نسخ تلاوت اور محو واثبات فرمایا وہ سب آپ کی وفات شریف کے قریب محفوظ کر کے اتمام نعمت اور اکمال دین فرما دیا۔ اب اس کے بعد ہرگز کسی قسم کے تغیر وتبدیلی، کمی بیشی، تحریف و تصرف بشری کا امکان نہیں ہے، جناب سرور انس وجاں ﷺ کی وفات کے بعد قرآن کریم میں تحریف وتصرف بشری اور کمی وزیادتی کا قائل بالاجماع کافر ہے، اس مجتہد نے جواب مذکور میں قرآن کریم میں وقوع تحریف کا صریح اقرار کیا ہے اور اس عقیدہ کا معتقد کافر محض ہے۔ پھر باوجودے کہ قرآن میں تحریف وتغیر کا اقرار کیا ہے مگر قرآن میں نقص (کمی) کے اثبات سے گریز کیا ہے مگر اس دھوکے سے حکم کفر سے نہیں بچ سکتا اور یہ جو اس نے دعویٰ کیا ہے کہ تحریف وتصرف پر فریقین کا اتفاق ہے، یہ محض مغالطہ اور عوام کو دھوکا دینا ہے، قرآن کریم کی تحریف کے سلسلہ میں اگرچہ اہل سنت کا مذہب معروف ومشہور ہے لیکن اس کے باوجود مجتہد مذکور کا اس کو نہ جاننا کوئی تعجب کی بات نہیں ہاں البتہ تعجب اس بات پر ہے کہ وہ خود اپنے اکابر کے اعتقادات سے ناواقف ہے۔

اس مسئلہ کی تفصیل اور جملہ شبہات کا دفع دیگر کتابوں میں موجود ہے، سائل کی خواہش کے مطابق اسی قدر پر اکتفا کیا جا رہا ہے، ایسے شخص کا حکم شرعی یہ ہے کہ عقیدہ تحریف

کے قائل کے ساتھ نکاح حرام اور اس کی اقتداء باطل محض ہے۔ ان مسائل کے دلائل میں سے بعض ہمارے رسالے ''ردروافض'' میں موجود ہیں جو طبع ہو چکا ہے۔

کتبہ الفقیر الحقیر

عبدالقادر محب رسول

ابن مولانا فضل رسول الحنفی القادری البدایونی

تصدیقات

(۱) الجواب صحیح : محب احمد قادری بدایونی
(۲) الجواب صحیح : فضل احمد قادری بدایونی
(۳) الجواب صحیح : محمد فصیح الدین عباسی
(۴) الجواب صحیح : محمد فضل مجید قادری
(۵) الجواب صحیح : علی احمد قادری بدایونی
(۶) الجواب صحیح : محمد جمیل الدین احمد قادری

مرتب (سید حسین حیدر مارہروی) عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ آخری سوال جو اہل سنت کی اقتدا میں نماز اور ان سے نکاح کے متعلق تھا اس کے جواب میں شیعہ مجتہد نے عجیب وغریب تقریر تحریر کی ہے۔ جواب کے شروع میں صراحت کی ہے کہ اس جہاں میں اہل سنت کا حکم ہماری طرح ہے اس کے باوجود جواب کے آخر میں ''دروغ گورا حافظہ نباشد'' کے تحت لکھ دیا کہ اہل سنت کے پیچھے کوئی نماز جائز نہیں ہے اور نکاح کے بارے میں لکھا کہ اس سے احتیاط کرنا بہتر ہے۔ ان دونوں باتوں میں جو اختلاف ہے وہ ظاہر ہے، جب اس دنیا میں ہر معاملہ میں اہل سنت کا حکم شیعوں کی طرح قرار دیا ہے تو اس تفریع کی بنیاد کس چیز پر رکھی گئی ہے سوائے اس کے کہ شیعوں کی نسبت بھی اسی حکم کا اجراء کیا جائے۔

تنبیہ۔ اب جب کہ اس زمانے کے مجتہد کا حال ظاہر ہو گیا اور اس علاقے کے تمام روافض اسی کے مقلد ہیں لہٰذا تمام اہل سنت کی خدمت میں عرض ہے کہ روافض کے ساتھ رشتہ داری قائم کرنے اور نکاح کرنے سے باز آئیں اور رواج اور رشتہ داری پر شریعت کے حکم کو مقدم جانیں اور یہ مناکحت کہ جس سے حرمت لازم آتی ہے اس کو حرام سمجھیں اور اس معاملہ میں سستی اور لاپرواہی کو راہ نہ دیں کہ اس میں عظیم قباحت لازم ہے۔ ہندوستان میں پرانے زمانے سے جو اہل سنت اور روافض کے درمیان مناکحت کا رواج چلا آ رہا ہے اس پر قیاس کر کے اس دور میں مناکحت کو درست قرار نہ دیں۔ کیونکہ روافض کے عقائد اور نظریات میں تبدیلی اور انقلاب آفتاب سے زیادہ روشن ہے، ان کے متقدمین تحریف قرآن کے صراحۃً قائل تھے اور دوسرے عقائد کفریہ بھی رکھتے تھے، مگر ان کے متوسطین علماء نے اپنے عقائد میں قدرے اصلاح کی چنانچہ ابن بابویہ نے تحریف قرآن کا انکار کیا اور نصیر الدین طوسی نے خلفاء ثلاثہ کی تکفیر سے برأت ظاہر کی، علی ھذا القیاس دوسرے مسائل میں بھی بہت سے شیعہ علماء نے تنزل سے کام لیا، یہاں تک کہ بعض نے کہا کہ وہ صرف مسئلہ تفضیل میں اختلاف رکھتے ہیں باقی کسی اور مسئلہ میں نہیں، لہٰذا ہندوستان میں جب مذہب روافض آیا تو یہ وہی متوسطین علماء کا زمانہ تھا اور چونکہ ان کے عقائد کفریہ نہیں تھے، لہٰذا اس زمانے میں ان سے نکاح وغیرہ بھی حرام نہیں تھا، اسی وجہ سے گزشتہ زمانے میں ان سے رشتہ داری قائم ہونے اور نکاح وغیرہ کیے جانے کا معاملہ پیش آیا، حالانکہ بعد کے روافض جیسے آج کل کے مجتہدین وغیرہ نے پھر ان قدیم عقائد کفریہ کو معتبر ماننا شروع کر دیا اور اپنے متوسطین علما مثلاً ابن بابویہ اور نصیر الدین طوسی وغیرہ کی تحقیقات کو غلط بتانا شروع کر دیا، لہٰذا ایسی صورت میں ان سے رشتہ داری قائم کرنا اور نکاح کرنا صاف طور پر حرام وقبیح سے راضی ہونے کے مترادف ہے، اس مسئلہ میں جو کہ حلال وحرام کا معاملہ ہے احتیاط کرنا ضروریات اسلام سے ہے، محض رسم ورواج کی بنیاد پر حکم شریعت پر تعصب کی تہمت لگانا، دنیا وآخرت کا خوف نہ رکھنے اور اپنی اولاد کو خراب کرنے کے مترادف ہے۔

وما علینا الا البلاغ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

☆☆☆

اظہار الحق

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

Nafse Islam
نفس اسلام

ترجمہ

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد ن المصطفٰی وآلہ واصحابہ اجمعین،

امابعد

تمام اہل سنت وجماعت پر واضح ہو کہ گزشتہ ایام میں فرقۂ شیعہ نے تقیہ کرتے ہوئے تغیر زمان اور دیگر مصلحتوں کے پیش نظر اپنے مذہب میں ترمیم واصلاح کر لی تھی، اسی وجہ سے اہل سنت کے محققین علماء ان کی تکفیر کے قائل نہیں تھے، اور عام اہل سنت ان کے ساتھ رشتہ ازدواج اور دیگر اسلامی احکام برتتے تھے، لیکن اب پھر پہلے کی طرح یہ لوگ علی الاعلان ایسے عقائد کا اظہار کرتے ہیں جو مذہب اہل سنت کی رو سے اسلام کے منافی ہیں، لیکن عام اہل سنت ان کے گزشتہ حال سے دھوکا کھاتے ہوئے اب بھی ان سے شادی وغیرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، لہٰذا فقیر حسین حیدر حسینی قادری برکاتی مارہروی نے یہ مختصر رسالہ ترتیب دیا جو دور حاضر کے ایک شیعہ مجتہد سے چند سوالات کے جواب پر مشتمل ہے، اور پھر ان جوابات پر اعتقاد رکھنے والے کا حکم علماء اہل سنت سے دریافت کیا ہے اور اس رسالہ کا نام اظہار الحق رکھا **اللّٰھم اھد بھا المسلمین** (اے اللہ تو اس رسالہ کے ذریعہ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرما)۔

شیعہ مجتہد کا فتویٰ

سوال: مجتہدین دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ولی مصطفی حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کا مرتبہ و مقام سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء سابقین علیہم السلام سے افضل

ہے یا نہیں بینوا و توجروا۔

جواب: ہاں کیوں نہیں؟ یقیناً افضل ہے، واللہ یعلم۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ عثمان کے جمع کئے ہوئے کلام مجید میں تحریف ہوئی ہے یا نہیں؟ اس طور پر کہ قرآن میں سے جناب (علی مرتضیٰ) امیر علیہ السلام وغیرہ کی تعریفیں خارج کردی گئی ہیں؟

جواب: یہ بات قطعی اور یقینی طور پر تو ثابت نہیں ہے مگر بہرحال اس کا احتمال ہے واللہ یعلم۔

سوال: مسئلہ بدا یعنی اللہ تعالیٰ کا (کوئی فیصلہ کرنے کے بعد اس پر) پشیمان ہونا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: بدأ کا واقع ہونا صحیح ہے، مگر ان معنوں میں نہیں جو مستفتی نے سمجھے ہیں بلکہ بدأ سے مراد اللہ تعالیٰ کا مصلحت وحکمت کی بنیاد پر اپنے کسی حکم کو بدلنا ہے، اس کی تفصیل رسالہ بدأ مصنفہ اخوند مجلسی اور دیگر کتب اصول میں دیکھنا چاہیے، واللہ یعلم

سوال: عائشہ پر جو الزام لگایا گیا تھا اس کا کیا معاملہ تھا؟ کیا درحقیقت عائشہ اس امر کی مرتکب ہوئی تھیں جو قذف کی وجہ سے مشہور ہوا تھا یا نہیں؟ سورۂ نور کی وہ آیات جو مخالفین عائشہ کی عصمت وبرأت کے سلسلہ میں پیش کرتے ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں؟

جواب: عائشہ اس امر مذکور کے ارتکاب سے تو بری تھیں، جیسا کہ سورۂ نور کی آیتوں سے ظاہر ہے، لیکن نفاق باطنی جو اس سے بھی قبیح تر اور مہلک تر ہے سے ہرگز بری نہیں تھی، واللہ یعلم

الراقم الآثم

میر آغا عفی عنہ

علماے اہل سنت کا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ جو عقائد سابقہ جوابوں میں مذکور ہوئے ان پر اعتقاد رکھنے والا مسلمانوں میں داخل ہے یا نہیں؟ ایسے لوگوں سے نکاح، ان کی اقتداء اور ان کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب (۱): پہلے سوال کے جواب میں مجتہدِ مذکور نے صراحتاً اس بات کا اقرار والتزام کیا کہ خاتم الخلفاء الراشدین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت تمام انبیاء سابقین پر ثابت ہے، جمہور اہل سنت کی تصریحات کے بموجب اس عقیدے سے کفر لازم آتا ہے، ایسا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز باطل، ایسے سے نکاح کرنا ناجائز اور اس کا ذبیحہ مردار، اس عقیدے کی تفصیل حدیث، فقہ اور عقائد کی کتابوں میں دیکھنا چاہیے۔

الجواب (۲): دوسرے سوال کے جواب میں اگرچہ مجتہد نے قرآن مجید میں تحریف قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہ ہونے کا اقرار کیا ہے، لیکن اس تحریف کا احتمال تسلیم کیا ہے، اہل سنت کے مذہب کے مطابق قرآن میں تحریف کے احتمال کو جائز ماننا بھی کفر ہے، جیسا کہ شفاء قاضی عیاض وغیرہ سے ظاہر ہے لہٰذا ایسے عقیدے کو ماننے والے کا وہی حکم ہے جو پہلے جواب میں مذکور ہوا۔

الجواب (۳): ہر چند کہ مجتہد کو بدأ بمعنی پشیمانی جو کہ کفر صریح ہے سے حجاب ہے اس لئے اس کا انکار کر دیا اور بدأ کا دوسرا معنی بیان کیا، لیکن بدأ کا یہ معنی بھی کفر سے خالی نہیں ہے، چونکہ اس سے ظاہر و متبادر یہی ہے کہ اللہ کو اس مصلحت کی پہلے سے خبر نہ تھی، ورنہ بدأ جو متنازع ہے اور نسخ جو متفق علیہ ہے دونوں میں کوئی فرق نہ رہ جاتا۔ خلاصہ یہ کہ عقیدۂ بدأ کو ماننے والا کافر ہے خواہ بدأ کا معنی

پشیمانی بتائے یا پھر بدأ کا مطلب یہ کہ اللہ کو پہلے سے اس مصلحت کا علم نہیں تھا۔ ایسا اعتقاد رکھنے والے کا حکم بھی وہی ہے جو سابق میں گزرا۔

الجواب (۴): چوتھے سوال کے جواب میں قذف سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کا قول کر کے صرف تبراء پر اکتفا کیا ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے محققین متکلمین کے نزدیک تبرا کرنے والے پر حکم کفر نہ لگائیں گے، مگر فقہاء متاخرین ایسے شخص پر حکم کفر جاری کرتے ہیں لہٰذا ایسے شخص سے مناکحت، اس کی اقتداء اور اس کا ذبیحہ پہلے مذہب (یعنی مذہب متکلمین) پر مکروہ تحریمی اور دوسرے مذہب (یعنی مذہب فقہاء متاخرین) کے مطابق حرام ہے۔

فقط کتبہ الفقیر الحقیر

عبد القادر محب رسول

ابن مولانا فضل رسول القادری البدایونی عفی عنہ

الجواب صحیح: نور احمد بدایونی

Nafse Islam
نفس اسلام

☆☆☆

Nafse Islam
نفس اسلام

تصحیح العقیدۃ فی باب امیر المعاویۃ

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

نفس اسلام
Nafse Islam

ترجمہ

مولانا شاہ حسین گردیزی چشتی

پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الکریم الوھاب۔ والصلوٰۃ والسلام علی من اوتی فصل الخطاب، سیدنا ومولانا محمد الشافع المشفع یوم الحساب وعلی آلہ خیر آل و صحابہ خیر اصحاب وعلی سائر الاولیاء والاحباب۔

سبب تالیف

جناب رسالت مآب ﷺ کے تمام صحابہ کرام کی تعظیم وتکریم دین متین کے فرائض و واجبات سے ہے اوران کے بارے میں خیر کے بغیر کف لسان شرع مبین کے لوازمات سے ہے کیونکہ صحابہ کرام کی فضیلت سرورانام ﷺ کی احادیث اور خداوند ذوالجلال کی کتاب کی آیات سے ثابت ہے وہ اخبار مورخین جو سوءِ اعتقاد کی بنیاد ہیں بعض جاہل راویوں اور لعین رافضیوں سے منقول ہیں جن کے باطل ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اس کے باوجود کچھ لوگ ایسے ہیں جو مذہب اہل سنت و جماعت کے اعتقاد کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کو بعض صحابہ کرام سے سوءِ عقیدت ہی نہیں بلکہ اُن کے بارے میں استخفاف و اہانت آمیز کلمات استعمال کرتے ہیں اس لئے میں نے صرف دین کے درد اور محبت ایمانی کی بنا پر یہ مسئلہ علماء اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا اور اُن سے جواب لے کر افادۂ عام کے لئے اسے طبع کرایا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بہتر توفیق عطا فرمائے اور اس کار خیر کا ثواب اس فقیر حقیر کو عطا فرمائے (آمین) اور اس رسالے کا نام "**تصحیح العقیدۃ فی باب امیر المعاویۃ**" رکھتا ہوں اور ناظرین سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ دعائے خیر میں یاد رکھیں گے اور غلطی وخطا سے درگزر فرمائیں گے۔

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم

فقط

فقیر سید حسین حیدر حسینی قادری برکاتی مارہروی

استفتاء

سوال : جمہور محققین اہل سنت و جماعت کے مذہب مختار میں محاربین عہد خلافت جناب مرتضوی پر علی الاطلاق حکم کفر صحیح ہے یا نہیں؟

حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم وتکریم کرنا یعنی لفظ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے لئے لازم ہے یا طعن وتحقیر سے یاد کرنا اور کوئی شخص اِن حضرات کی تحقیر سے اہل سنت سے خارج ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

محاربین کے تین گروہ - جمہور محققین اہل سنت کے مذہبِ مختار میں جیسا کہ عقائد، احادیث اور اصول کی کتب معتمدہ سے ثابت ہے خاتم الخلفاء الراشدین حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاربین کے تین گروہ تھے جو کہ اس فتنے میں شامل تھے ان میں سے کسی بھی گروہ کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ بہر حال ان تین گروہوں میں فرق یہ ہے کہ جنگ جمل کے محاربین کے سربراہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے جو کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں اور حضور علیہ السلام کی زوجہ محبوبہ اُم المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، ان کی غرض جدال وقتال نہ تھی بلکہ مسلمانوں کے حال کی اصلاح پیشِ نظر تھی لیکن اچانک جنگ چھڑ گئی، ان تینوں حضرات کا رجوع معتمد روایات سے ثابت ہے باوجود اس کے کہ خطائے اجتہادی ایک ثواب کی مستوجب ہے پھر بھی ان حضرات نے رجوع کیا تو اب جب ان حضرات نے رجوع کر لیا تو ان پر لفظ باغی کا اطلاق حقیقتاً درست نہیں ہے۔ جنگ صفین کے محاربین کے سربراہ حضرت معاویہ اور عمرو بن عاص ہیں (۱)۔ یہ دونوں حضرات بھی صحابہ کرام میں سے ہیں یہ بھی اشتباہ میں پڑے اور اپنی غلطی سے بار بار قتل وقتال پر اصرار کرتے رہے اس گروہ نے بھی خطا اجتہاد کی وجہ سے کی لیکن ان کی خطا واجب الانکار ہے۔

۱۔ امام عسقلانی اسماء الرجال کی معتبر کتاب ہے تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں ”عمرو بن عاص بن وائل مشہور صحابی ہیں۔ صلح حدیبیہ والے سال مسلمان ہوئے۔ دوبار مصر کے حاکم بنائے گئے، آپ ہی نے مصر فتح کیا اور وہیں انتقال فرمایا“۔

صحابہ پر لفظ باغی کا اطلاق: ان حضرات پر لفظ باغی کے اطلاق کے بارے میں اختلاف ہے۔ صحیح قول یہی ہے کہ ان حضرات پر لفظ باغی کا اطلاق درست ہے لیکن جمہور اہل سنت کے مذہب میں ان کی تعظیم وتکریم شرف صحابیت کی وجہ سے ضروری ولازمی ہے اس لئے شرعاً وہ بغاوت وخطا جو عمداً واقع نہ ہوئی ہو فسق وعصیان کو مستلزم نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی رُفع عن امتی الخطاء والنسیان (میری اُمت سے خطا ونسیان کو اُٹھالیا گیا ہے) اس پر شاہد ہے اور صحابہ کرام کی خطائیں معاف ہیں کیونکہ یہ حضرات نہ تو معصوم ہیں اور نہ ہی معذور بلکہ عند اللہ ماجور ہیں، اس خطا کی وجہ سے ان کی شان میں بے ادبی کرنا اور ان کی تعظیم و تکریم سے رُکنا اہل سنت سے خارج ہونا ہے اور مذہب اہل سنت میں یہ ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ **اخوا اننا بغوا علینا** (ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی) اس سے زیادہ طعن جناب مرتضوی پر طعن ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل احیاء العلوم، یواقیت، شرح فقہ اکبر، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، مجمع البحار، صواعق محرقہ اور شفا قاضی عیاض میں دیکھنا چاہیے۔

اور وہ جو متاخرین شیعہ وسنی کی بعض کتب مناظرہ میں آتا ہے ان کی بنا تاریخی واقعات اور مبہم ومجمل الفاظ ہیں جنھیں تسلیم وتنزل کے طور پر سلف کی تصریحات عقائد کے خلاف لکھا گیا ہے اور ان پر اعتقاد کا مدار نہیں ہے۔ جمہور محققین حضرات صوفیہ، محدثین، فقہا اور متکلمین کا مذہب مختار یہی ہے اور اس کا انکار کھلی گمراہی ہے۔

ائمہ دین کے اقوال: یہاں پر بعض ائمہ دین کے اقوال اختصار کے ساتھ نقل کئے جاتے ہیں امام عسقلانی تقریب التہذیب میں حضرت معاویہ پر کلام کرتے ہوئے حضرت ابوسفیان کے بارے میں فرماتے ہیں:

> **ابن صخر بن حرب بن امیة ابن عبدالشمس ابن عبد مناف الاموی ابو سفیان صحابی شهیر اسلم عام الفتح وفات سنة اثنین وثلاثین۔**

ابوسفیان بن صخر بن حرب بن اُمیہ بن عبدالشّمس بن عبدمناف الاموی ابو

سفیان مشہور صحابی ہیں، فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے۔ ۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاتبوں کے ذیل میں حضرت ابوسفیان کے متعلق فرماتے ہیں:

اسلم فی الفتح و کان من المؤلفة ثم حسن اسلامه و روی عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم و عنه ابنه معاویة و ابن عباس

فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے پہلے مولفۃ القلوب میں سے تھے پھر بہترین مسلمان ہوگئے، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کرتے ہیں، اور آپ سے آپ کے بیٹے حضرت معاویہ اور حضرت ابن عباس نے روایت کی ہے۔

اوراسی میں ہے کہ:

معاویة بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیة الاموی ابو عبدالرحمن الخلیفة صحابی اسلم قبل الفتح و کتب الوحی و مات فی رجب سنة ستین و قد قارب الثمانین۔

معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیۃ الاموی ابوعبدالرحمن الخلیفہ صحابی تھے۔ فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے، کاتبِ وحی بھی رہے۔ ۶۰ھ ماہ رجب میں انتقال فرمایا تقریباً اسّی سال عمر تھی۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا کہ:

عن ابن ابی ملیکة قال اوتر معاویة رضی اللہ عنه بعد العشاء بر کعة و عنده مولی لابن عباس فاتی ابن عباس فقال ای ابن عباس دعه فانه قد صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

حضرت ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ نے عشاء کی نماز

> کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی۔ آپ کے پاس ابن عباس کے ایک غلام بھی موجود تھے جب حضرت ابن عباس تشریف لائے تو اُنھوں نے یہ بات آپ سے بیان کی، اس پر حضرت ابن عباس نے فرمایا ''انھیں چھوڑ یئے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں''۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا **انه فقيه الحديث** (یہ حدیث کی سمجھ رکھنے والے ہیں) تو اب صحیح بخاری کی روایت سے حضرت عبداللہ ابن عباس کے ارشاد کے مطابق آپ کا صحابی وفقیہ ہونا اور آپ پر اعتراض سے رُکنا ثابت ہوگیا۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی قدس سرہٗ جو علماء ظاہر و باطن کے امام ہیں اپنی کتاب احیاء العلوم میں جو کہ فنِ تصوف میں اپنی نظیر نہیں رکھتی فرماتے ہیں کہ:

> **اعتقاد اهل السنة تزكية جميع الصحابة و الثناء عليهم كما اثنى الله سبحانه تعالىٰ و رسوله ﷺ و ما جرىٰ بين معاوية و علي كان مبنياً على الاجتهاد**
>
> اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کو پاک سمجھنا اور اُن کی ایسی تعریف و توصیف کرنی جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان کی ہے اور جو کچھ حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا۔

امام شعرانی نے اپنی کتاب ''الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر'' میں مشائخ کرام کے عقائد حضرت شیخ اکبر کے کلام سے خصوصاً اور دیگر اکابر طریقت کے اقوال سے عموماً جمع کئے ہیں، آپ اس میں آپ فرماتے ہیں:

> **المبحث الحادی و الاربعون فی بیان وجوب الكف عما شجر بين الصحابة و وجوب اعتقاد انهم ما جورون و ذلک لانهم كلهم عدول باتفاق اهل السنة سواء من لابس الفتن و من لم يلابسها كل ذلک احساناً للظن بهم و حملهم فی ذلک على**

الاجتهاد فان تلك الامور مبناها عليه و كل مجتهد مصيب و ان المصيب واحد و المخطى معذور ماجور قال ابن الانبارى ليس المراد بعدالتهم ثبوت العصمة لهم و انما المراد قبول رواياتهم فى احكام ديننا من غير تكلف بحث عن اثبات العدالة و طلب التزكية ولم يثبت لناشى يقدح فى عدالتهم فنحن على استصحاب ما كانوا عليه فى زمن رسول الله ﷺ حتى يثبت خلافه ولاالتفات الى ما يذكره بعض اهل السير فان ذلك لايصح و ان صح فله تاويل صحيح و كيف يجوز الطعن فى حملة ديننا فنحن لم ياتنا خبر عن نبينا ﷺ الا بواسطتهم فمن طعن فى الصحابة طعن فى نفس دينه فيجب سدالباب جملة لا بينهما الخوض فى معاوية وعمرو بن العاص و آخربها ولا يبتغى الاغترار بما نقله بعض الروافض من اهل البيت من كراهتهم فان مثل هذه المسئلة نزعها دقيق ولا يحكم فيها الا رسول الله ﷺ فانها مسئلة نزاع بين اولاده واصحابه رضى الله عنهم قال الكمال بن ابى شريف وليس المراد بما شجر بين على رضى الله تعالى عنه و معاوية رضى الله عنه المنازعة فى الامارة كما توهمه بعضهم و انما المنازعة كانت بسبب تسليم قتلة عثمان كان راى على ان تاخير تسليمهم اصوب اذ المبادرة يؤدى الى اضطراب امر الامة و راى معاوية الى ان المبادرة للاقتصاص منهم اصوب فكل منهما مجتهد ماجور فهذا هو المراد بما شجر بينهم۔

اکتالیسویں بحث مشاجرات صحابہ میں خاموشی کے واجب ہونے کے بیان میں۔ اس بات کا اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ عنداللہ ماجور ہیں

اور باتفاق اہل سنت تمام صحابہ عادل ومنصف ہیں جو ان فتنوں میں شریک ہوئے یا کنارہ کش رہے اور ان کے تمام جھگڑوں کو اجتہاد پر محمول کیا جائے ورنہ ان کے بارے میں بُرے گمان کا حساب لیا جائے گا اس لئے کہ ان امور کا منشا ان حضرات پر عیب جوئی کرنا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ ہر مجتہد مصیب دو اجر پائے گا اور مخطی معذور و ماجور ہوگا۔

ابن الانباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی عدالت سے ان کی عصمت کا ثبوت مراد نہیں بلکہ اس سے مراد ان کے اثبات عدالت اور تقویٰ و پرہیزگاری کی بحث کے تکلف میں پڑے بغیر اپنے دین کے سلسلے میں ان کی روایات کو قبول کرنا ہے، اگر کوئی ایسی چیز ہمارے علم میں آئے جس سے صحابہ کی عدالت پر عیب لگ رہا ہو تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان کی صحبت رسول کو یاد کریں اور بعض سیرت نگاروں نے جو لکھا ہے وہ قابل التفات نہیں ہے، اس لئے کہ وہ روایات صحیح نہیں ہیں اور اگر صحیح بھی ہوں تو ان کی معقول تاویل بھی ہوسکتی ہے۔

یہ مقام غور ہے کہ یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے دین کے حاملین (یعنی رسول اللہ ﷺ سے دین لے کر ہم تک پہچانے والوں) پر طعن کریں۔

ہمیں رسول اللہ سے جو کچھ بھی ملا ان کے واسطے اور ذریعے سے ملا تو جس نے صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کی گویا کہ اُس نے خود اپنے دین پر طعن و تشنیع کی۔ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام کے بارے میں زبان طعن و تشنیع دراز نہ کی جائے اور صحابہ کرام کی اہل بیت پر جو نکیر بعض روافض سے منقول ہے اس کی طرف قطعاً توجہ نہ کی جائے کیونکہ ان حضرات کا یہ جھگڑا بڑا رقیق ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ جھگڑا حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی اولاد اور صحابہ کے مابین ہے اس لئے اس کا فیصلہ آپ ہی پر چھوڑ دیا جائے۔ علامہ کمال ابن ابی شریف فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین اختلاف کا مقصد حکومت وامارت کا استحقاق نہیں تھا بلکہ اختلافِ منازعت کا سبب قتل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص کا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصاص میں تاخیر کو زیادہ مناسب سمجھتے تھے اور ان کا خیال تھا جلدی سے حکومت میں انتشار و اضطراب پڑے گا اور حضرت معاویہ قصاص میں تعجیل زیادہ مناسب سمجھتے تھے۔ دونوں مجتہد عنداللہ ماجور و مثاب ہیں۔

ان دونوں بزرگوں کا منشاء اختلاف یہی تھا

غوث اعظم سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

واما قتاله الطلحة والزبير وعائشة و معاوية رضوان الله تعالى عليهم اجمعين فقد نص الامام احمد رحمة الله تعالى عليه على الامساک عن ذلک وجميع ماشجر بينهم من منازعة ومنافرة و خصومة لان الله تعالىٰ يزيل ذلک من بينهم يوم القيامة كما قال عزمن قائل و نزعنا ما فى صدورهم من غل اخوانا على سرر متقابلين ولان عليا رضى الله عنه كان على الحق فى قتاله لانه كان يعتقد صحة امامته على ماىبينا من اتفاق اهل الحل والعقد من الصحابة رضى الله عنهم على امامته وخلافته فمن خرج عن ذلک وناصبه حربا كان باغيا خارجاً على الامام فجاز قتاله ومن قاتله من معاوية وطلحة والزبير رضى الله عنهم طلبوا ثأر عثمان بن عفان رضى الله عنه خليفة حق المقتول ظلماً والذين قتلوه كانوا فى عسكر على رضى الله عنه فكل ذهب الى تاويل صحيح

فاحسن احوالنا الامساک فی ذلک وامرهم الی اللہ عزوجل وهو احکم الحاکمین وخیر الفاصلین والاشتغال بعیوب انفسنا وتطهیر قلوبنا من امهات الذنوب وظواهرنا من موبقات الامور واما خلافة معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنه فثابتة صحیحة بعد موت علی رضی اللہ تعالی عنه وبعد خلع الحسن بن علی نفسه من الخلافة وتسلیمها الی معاویة رضی اللہ عنه لرای راه الحسن رضی اللہ عنه ومصلحة عامة تحققت له وهی حقن دماء المسلمین وتحقیق لقول النبی ﷺ فی الحسن رضی اللہ عنه ابنی هذا سید یصلح اللہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین فوجبت امامته بعقد الحسن له فسمی عامه عام الجماعة لارتفاع الخلاف بین الجمیع واتباع الکل لمعاویة لأنه لم یکن هناک منازع ثالث فی الخلافة وخلافة مذکورة فی قول النبی ﷺ وهو ماروی عن النبی ﷺ تدور رحی الاسلام خمسا وثلثین سنة او ستا و ثلثین او سبعًا وثلاثین والمراد بالرحی فی هذا الحدیث القوة فی الدین والخمس سنین الفاضلة عن الثلاثین فهو من جملة خلافة معاویة الی تمام تسعة عشرة سنة وشهور لان الثلاثین کملت لعلی رضی اللہ عنه علی ما بینا۔

امام احمد بن حنبل نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مابین جھگڑوں، نفرتوں اور دشمنی پر کف لسان کی تفصیل فرمائی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ان باتوں سے قیامت کے دن پاک فرمادے گا جیسا کہ اس کا ارشاد گرامی

ہے : ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین (اور جو کچھ ان کے دلوں میں کینہ ہوگا اُسے ہم دور کریں گے۔ بھائی بھائی کی طرح آمنے سامنے تختوں پر رہیں گے) اس جنگ میں حضرت علی حق پر تھے کیونکہ وہ خود اپنی امامت کی صحت کا اعتقاد رکھتے تھے اور ان کی خلافت و امامت پر صحابہ کرام میں اہل حل وعقد اتفاق فرما چکے تھے، اس کے بعد جس نے ان کی بیعت کا قلادہ اپنی گردن سے اُتارا وہ باغی اور امام پر خروج کرنے والا تھا۔ اس صورت میں اس کا قتل جائز تھا اور جن حضرات مثلاً حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جنگ کی وہ خلیفہ برحق حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصاص طلب کر رہے تھے جن کو ظلماً قتل کیا گیا تھا جبکہ قاتل حضرت علی کے لشکر میں تھے۔ ان دونوں گروہ نے اپنی اپنی جگہ صحیح تاویل اختیار کی، ہمارے لئے اس معاملے میں سکوت سب سے بہتر ہے۔ ان حضرات کا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد ہے، وہ احکم الحاکمین اور بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارے لئے عیوب سے نفس کی اور گناہوں سے دل کی تطہیر اور موبقات امور سے اپنے ظاہر کو پاک کرنے میں مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے۔ اور رہی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تو وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور حضرت حسن کی خلافت سے دستبرداری اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپ دینے کے بعد ثابت و درست ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ غور وفکر کے بعد مصلحت عامہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد کر کے مسلمانوں کو خوں ریزی سے بچا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشن گوئی پر پورے اُتر آئے کیونکہ آپ

ﷺ کا فرمان تھا کہ ”میرا یہ بیٹا سردار ہے، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت واجب ہوگئی اور اس اتحاد و اتفاق والے سال کو ”عام الجماعت“ (اجتماع کا سال) کہا جانے لگا اس لئے کہ تمام لوگوں نے اختلاف ختم کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کے علاوہ کوئی تیسرا دعوے دار تھا بھی نہیں۔

خلافت کا ذکر احادیث مبارکہ میں بھی آتا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”اسلام کی چکی ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ سال گھومے گی“ اس حدیث میں چکی سے مراد دین میں قوت ہے اور تیس سے پانچ سال اور اس کے انیس سال حضرت معاویہ کے دور خلافت میں شامل ہیں کیونکہ تیس سال تک حضرت علی کی خلافت رہی۔

اسی کتاب میں مزید فرماتے ہیں:

نفس اسلام

اتفق اهل السنة علی وجوب الکف فیما شجر بینهم والامساک عن مساویهم واظهار فضائلهم ومحاسنهم وتسلیم امرهم الی الله عزوجل علی ماکان وجری اختلاف علی وطلحة والزبیر وعائشة ومعاویة رضوان الله علیهم اجمعین علی ماقدمنا بیانه واعطاء کل ذی فضل فضله کما قال الله عزوجل والذین جاوا من بعدهم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم وقال الله تلک امة قد خلت لها ماکسبت ولکم ماکسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون۔

اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کے آپس کے اختلافات اوران کی برائی سے خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے اور ان کے فضائل ومحاسن کا اظہار کرنا اوران کے تمام معاملات جیسے بھی تھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ضروری ہے۔

حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اختلافات کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا ہے اور ہر صاحبِ فضل کواس نے حصہ عطافرمایا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے:

''اور وہ لوگ جوان کے بعد آئے یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دے، اے ہمارے رب تو بڑا شفیق ہے بڑا مہربان ہے''۔

اوراللہ تعالیٰ ایک اور مقام پرارشادفرماتا ہے:

''یہ ایک جماعت جو گزر چکی ان کا کیا ان کے سامنے آئے گا اور تمہارا کیا تمہارے سامنے آئے گا اور جو کچھ وہ کرتے رہے ان کی پوچھ گچھ تم سے نہ ہوگی''۔

غنیۃ الطالبین میں حضور غوث اعظم نے اس سلسلے میں متعدد احادیث نقل فرمائی ہیں یہاں ہم ان میں سے کچھ نقل کررہے ہیں:

حضور اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا

اذاذکر اصحابی فامسکوا

جب میرے صحابہ کاذکر ہوتو اپنی زبانوں کوقابو میں رکھو۔

اور ایک دوسرے مقام پرفرماتے ہیں:

وایاکم وما شجر بین اصحابی فلوانفق احدکم مثل احد ذھباً

مابلغ مد احدھم و لا نصفہ۔

میرے صحابہ کے آپس کے اختلاف کے بارے میں خاموش رہو تم میں اگر کوئی اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کر دے تو ان جیسا ثواب نہیں پا سکتا بلکہ اس کا نصف ثواب بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید ارشاد فرمایا:

لا تسبو ا اصحابی فمن سبھم فعلیہ لعنۃ اللہ۔

میرے صحابہ کو دشنام (گالی) نہ دو جس نے میرے صحابہ کو دشنام دی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

طوبیٰ لمن رأنی و من رای من رانی

اس آدمی کے لئے خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا اور اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ان اللہ عزوجل اختارنی و اختار لی اصحابی فجعلھم انصاری و جعلھم اصھاری و انہ سیجي آخر الزمان قوم ینقصونھم الا فلا تواکلوھم الا فلا تشاربوھم الا فلا تناکحوھم الا فلا تصلوا معھم و لا تصلوا علیھم علیھم حلت اللعنۃ۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند کیا اور میرے لئے میرے صحابہ کو پس اُنھیں میرا مددگار اور رشتہ دار بنایا عنقریب آخری زمانے میں ایک قوم آئے گی جو ان حضرات کی تنقیص کرے گی۔ خبردار ان کے ساتھ کھانا پینا نہ کرنا، خبردار ان کے ساتھ نکاح نہ کرنا، خبردار ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا اور نہ ان پر جنازہ پڑھنا، ان پر لعنت مسلط ہوگئی۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

لایدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرۃ۔

جن لوگوں نے (حدیبیہ کے مقام پر) درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہ جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

اطلع اللّٰہ علی اھل بدر فقال اعملو اماشئتم فقد غفرت لکم۔

اللہ تعالیٰ اہل بدر پر متوجہ ہوا اور فرمایا میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے اب جو چاہو کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تو تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتدا کی ہدایت پاؤ گے۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

من مات من اصحابی بارضٍ جعل شفیعاً لاھل تلک الارض۔

میرا جو صحابی جس علاقے میں انتقال کرے گا وہاں کے لوگوں کا شفیع ہوگا۔

حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جس نے اصحابِ رسول کی اہانت میں ایک کلمہ بھی کہا ہو وہ اہلِ ہوا میں شامل ہے۔

علامہ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ:

ومن توقیرہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبرہ توقیر اصحابہ وبرھم ومعرفۃ حقھم والاقتداء بھم وحسن الثناء علیھم والامساک عما شجر بینھم ومعاداۃ من عاداھم والاضراب عن اخبار المؤرخین وجھلۃ

الرواة وضلال الشيعة والمنة عين الفادحة فى احد منهم وان يلمس لهم فيما نقل من مثل ذلک فيما كان بينهم من الفتن احسن التاويلات ويخرج اصوب المخارج انهم اهل لذلک ولا يذكر احد منهم بسوء ولا يغمض عليه امراً بل يذكر حسناتهم وفضائلهم وحميد سيدهم ويسكت عما وراء ذلک كما قال اذا ذكر اصحابی فامسكو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتکریم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ آپ کے صحابہ کی تعظیم کی جائے ان کے ساتھ نیکی کی جائے ان کے حقوق کو پہچانا جائے اسی طرح ان کی اقتداء کرنی، عمدہ الفاظ میں تعریف وتوصیف کرنی اور ان کے آپس کے اختلافات سے کف لسان کرنا ان کے دشمنوں سے دشمنی کرنا، مورخین کے اقوال گمراہ شیعوں اور بدعتیوں کی بے سروپا روایتوں سے احتراز کرنا اور ان کے آپس کے جھگڑوں اور اختلاف کو اچھی تاویلات پر محمول کرنا اور وہ ان تمام باتوں کے اہل بھی ہیں۔ اسی طرح انھیں برائی سے یاد نہ کرے بلکہ ان کے حسنات اور فضائل بیان کرے اس کے علاوہ تمام باتوں سے خاموشی اختیار کرے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو زبانوں کو قابو میں رکھا کرو۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

قال رجل للمعافى ابن عمران ابن عمر بن عبدالعزيز عن معاوية فغضب وقال لايقاس باصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد معاوية صاحبه وصهره و كابته وامته على وحيه الخ

ایک آدمی نے حضرت معافی بن عمران بن عبدالعزیز کے سامنے حضرت معاویہ کے بارے میں کچھ بری بات کی تو وہ غصہ میں آگئے اور فرمایا کہ

رسول اللہ کے صحابہ کو کسی پر قیاس نہ کیا جائے۔ حضرت معاویہ صحابی ہیں رسول اللہ کے رشتہ دار ہیں کاتبِ رسول ہیں اور وحی کے امین ہیں۔

امام نووی شرح مسلم کتاب الزکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ:

الروایات صریحة فی ان علیا رضی اللّٰہ عنه کان هو المصیب الحق و الطائفة الاخری اصحاب معاویة کانوا بغاةً متاولین وفیه التصریح بان الطائفتین مومنون لا یخرجون بالقتال عن الایمان ولا یفسقون وهذا مذهبنا و مذهب موافقینا۔

اس بارے میں صریح روایات ہیں کہ حضرت علی حق وصواب پر تھے اور حضرت معاویہ کے گروہ نے ان سے بغاوت کی تھی اور اسی میں یہ تصریح بھی ہے کہ دونوں گروہ مومن ہیں اور اس جدال وقتال سے ایمان سے خارج نہیں ہوئے اور فاسق بھی نہیں ہوئے۔ یہی ہمارا اور ہمارے اصحاب کا مذہب ہے۔

اسی شرح مسلم کی کتاب الفتن میں امام نووی فرماتے ہیں:

واعلم ان الدماء التی جرت بین الصحابة رضی اللّٰہ عنهم لیست بداخلة فی هذا الوعید ومذهب اهل السنة والحق احسان الظن بهم والامساک عما شجر بینهم وتاویل قتالهم وانهم مجتهدون متأولون لم یقصدوا معصیة ولا محض الدنیا بل اعتقد کل فریق انه الحق ومخالفه باغ فوجبت علیه قتاله لیرجع الی امر اللّٰہ وکان بعضهم مصیباً وبعضهم مخطیاً معذوراً فی الخطاء لان اجتهاد المجتهد اذا اخطاء لا اثم علیه وکان علی رضی اللّٰہ عنه هو الحق المصیب فی تلک الحروب هذا مذهب اهل السنة۔

جاننا چاہیے کہ وہ خوں ریزی جو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے مابین واقع ہوئی ہے وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے اور اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ کہتا ہے کہ ان کے ساتھ حسن ظن رکھو، ان کے آپس کے اختلافات سے خاموشی اختیار کرو اور ان کے جدال وقتال کی تاویل یہ ہے کہ وہ مجتہد اور تاویل کرنے والے تھے۔ انھوں نے یہ اختلاف معصیت اور دنیا کی ہوا و حرص کے لئے نہیں کیا بلکہ ان دونوں گروہوں میں ہر ایک یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف غلطی پر ہے اس صورت میں قتال واجب تھا تاکہ مخالف گروہ کو اللہ کے راستے کی طرف واپس پھیر دیا جائے چنانچہ اس اجتہاد میں بعض مصیب اور بعض مخطی تھے لیکن معذور فی الخطا تھے اس لئے کہ مجتہد سے جب خطا ہو جائے تو اسے مجرم نہیں ٹھہرایا جاتا، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ان جنگوں اور لڑائیوں میں حضرت علی کا اجتہاد مصیب اور درست تھا۔ اہل سنت کا مذہب یہی ہے۔

اسی طرح امام نووی حدیث پاک ”یا عمار تقتلک فئة الباغیة“ (اے عمار تجھے باغی گروہ قتل کرے گا) کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

قال العلماء هذا الحديث حجة ظاهرة فى ان علياً كان محقا مصيباً و الطائفة الاخرى بغاة لكنهم مجتهدون فلا اثم عليهم لذلك كما قدمناه فى مواضع۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت علی کی اصابت اور حق پر ہونے اور دوسرے گروہ کے باغی ہونے پر واضح دلیل ہے چونکہ دوسرا گروہ بھی مجتہد تھا اس لئے ان پر کوئی گناہ نہیں ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے کئی مقامات پر وضاحت کی ہے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں توقیر صحابہ اور جاہل مؤرخین کی منقولہ روایات طعن و تشنیع سے عدم

التفات کی وضاحت کے بعد فرماتے ہیں کہ:

> **وما وقع بينهم من المنازعات والمحاربات فله محامل وتاويلات وهوان كلا اداه اجتهاده الى ان الحق ما فعله فتعين عليه وان كان اخطاء كمعاوية مع علي فانه مصيب باتفاق اهل الحق ومعاوية ماجور وان اخطا۔**
>
> ان حضرات کے مابین جو منازعات اور محاربات تھے ان کے محامل اور تاویلات ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے تقاضے کو پورا کیا، اگرچہ اس میں غلطی بھی ہوئی جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا حالانکہ باتفاق اہل حق حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی غلطی کے باوجود عنداللہ ماجور ہیں۔

علامہ زرقانی اسی شرح مواہب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص کے بیان میں فرماتے ہیں:

> **منها ان اصحابه كله عدول بتعديل الله تعالى وتعديله عليه السلام لظواهر الكتاب نحو محمد رسول الله والذين معه الآية، والسنة فتقبل رواياتهم كما نص عليه ابن الانبارى وغيره واشار اليه بقوله فلا يبحث عن عدالة احد منهم فى شهادة ولا رواية كما يبحث عن سائر الرواة وغيرهم لانهم خير الامة ومن طرء منهم قادح كسرقة وزنا عمل بمقتضاء ولكن لا يفسقون بما يفسق به غيرهم كما ذكره جلا المحلى فى شرح جمع الجوامع فتقبل رواياتهم وشهاداتهم ولو وقعت كبيرة من بعضهم اقيم حدها**
>
> تمام صحابہ تعدیل الٰہی اور تعدیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عادل

ہیں جس کا ثبوت ظواہر کتاب وسنت سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

محمد رسول اللہ والذین معہٗ الایۃ، تو ان کی روایات قبول کی جائیں گی، علامہ ابن الانباری نے اس طرف اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ دوسرے راویوں کی طرح ان کی شہادت اور روایت میں کسی کو بحث نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ خیر الامت ہیں اور جن حضرات سے چوری اور زنا ایسی غلطی سرزد ہوئی ہے اُسے اقتضاء بشری پر محمول کیا جائے گا اور جس عمل سے دوسروں کو فاسق کہا جاتا ہے اس عمل سے صحابہ کو فاسق نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ علامہ جلال الدین محلی نے شرح جمع الجوامع میں لکھا ہے کہ ایسے افراد کی روایت اور شہادت قبول کی جائے گی، ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر ان میں سے کسی سے گناہ کبیرہ سرزد ہوا تو اس پر حد لگے گی۔

دونوں گروہ مسلمان تھے - علامہ زرقانی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین صلح والی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ:

> **وفیہ انہ لم یخرج احد من الطائفتین فی تلک الفتنۃ بقول او عمل عن الاسلام اذ احدھما مصیبۃ والاخری مخطئۃ وکل منھما ماجور۔**
>
> اس فتنے میں شامل دونوں گروہوں میں کوئی ایک بھی نہ قولاً اور نہ فعلاً اسلام سے خارج ہوا۔ مگر ایک گروہ مصیب اور دوسرا مخطی تھا اور دونوں ہی اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔

حضرت حسن کی دستبرداری کی اصل وجہ - علامہ قسطلانی شرح بخاری باب علامۃ النبوۃ میں حدیث **ولعل اللہ یصلح بہٖ فئتین من المسلمین** (اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا) کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ:

> **فئتین ای الطائفتین طائفۃ معاویۃ بن ابی سفیان وطائفۃ الحسن**

و کانت اربعین الفاً بایعوہ علی الموت و کان الحسن احق الناس لھذا الامر فدعاہ ورعہ الی ترک الملک رغبۃ فیما عند اللہ ولم یکن ذلک لعلۃ ولا لقلۃ وقولہ من المسلمین دلیل علی انہ لم یخرج احد من الطائفتین فی تلک الفتنۃ من قول او فعل عن الاسلام اذ احدی الطائفتین مصیبۃ والاخریٰ مخطیئۃ ماجورۃ۔

فئتین سے مراد حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا گروہ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گروہ ہے، جنھوں نے اُن کے ہاتھ پر مرنے کی بیعت کی ہوئی تھی ایسے لوگوں کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ خلافت کے سب لوگوں سے زیادہ حقدار حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ تھے لیکن اُن کے ورع وتقویٰ اور رغبت مع اللہ نے انھیں دنیاوی حکومت سے دور رکھا۔ آپ کی طرف سے صلح کی پیش کش کمزوری اور قلت لشکر کی وجہ سے نہیں تھی، حدیث پاک میں لفظ المسلمین اس بات کی دلیل ہے کہ اس فتنے میں شامل دونوں گروہوں میں سے کوئی بھی قولاً اور فعلاً اسلام سے خارج نہیں ہوا، ان دونوں میں سے ایک مصیب اور دوسرا مخطی ہے لیکن عنداللہ دونوں ماجور ومثاب ہیں۔

حضرت معاویہ کے لئے دعا- حدیث پاک میں وارد ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاویہ کے لیے دعا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اے اللہ تو ان کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا، اور ان کے ذریعے سے ہدایت دے، اس حدیث کی شرح کے ضمن میں ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

لا ارتیاب ان دعا النبی ﷺ مستجاب فمن کان ھذا حالہ کیف یرتاب فی حقہ۔

بیشک نبی ﷺ کی دعا مستجاب ہے تو جس کی ایسی حالت ہے اس کے

بارے میں کیسے شک کیا جا سکتا ہے۔

صحابی کا مرتبہ - یہی ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں دوسروں پر صحابہ کرام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> **سئل لابن المبارک ایھما افضل معاویة او عمر بن عبدالعزیز فقال الغبار الذی دخل فی انف فرس معاویة مع النبی ﷺ خیر من مثل عمر بن عبدالعزیز کذا کذا مرة۔**
>
> اگر کوئی آدمی حضرت ابن مبارک سے حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں سوال کرتا کہ ان میں سے کون افضل ہے تو آپ فرماتے حضور علیہ السلام کے ساتھ جاتے ہوئے حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔

قطعیت اور ظنیت میں فرق - بحر المذاہب میں ہے کہ:

> **اجمع اھل السنة والجماعة علی وجوب تعظیم الصحابة والکف عن ذکرھم الا بخیر لما ورد من الآیات والاحادیث فی فضائلھم ومناقبھم ووجوب الکف عن الطعن فیھم عموماً۔**
>
> اہل سنت و جماعت کا تعظیم صحابہ کے وجوب، ان کی اچھی باتوں کے ذکر اور ناپسندیدہ باتوں سے خاموشی پر اجماع ہے اس لئے کہ آیات و احادیث ان کے فضائل و مناقب میں وارد ہیں ان حضرات کے بارے میں طعن و تشنیع سے زبان کو روکنا واجب ہے۔

وہ آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ جو عمومیت کے ساتھ صحابہ کی فضیلت میں تھیں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

> **وما نقله ارباب السیر فی بعضھم کمعاویة وعمرو بن العاص ومغیرة بن شعبة وغیرھم رضی اللہ عنھم یغمض عنه ولا یسمع اذ**

فضل صحبتهم مع النبی ﷺ قطعی و ما نقل ظنی فلا یزاحم القطعی و ایضاً فقد قال النبی ﷺ اذا ذکر اصحابی فامسکوا والواجب علی کل من سمع شیئاً من ذلک ان یلبث فیه ولا ینسبه الی احدهم لمجرد روایة فی کتاب او سماعة من شخص بل لا بد ان یبحث عنه حتی یصح عنده نسبته الی احدهم فحینئذ الواجب ان یلتمس لهم احسن التاویلات اصوب المخارج اذهم اهل لذلک وما وقع بینهم من المنازعات والمحاربات فله محامل و تاویلات۔

ارباب سیر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے صرف نظر کرنی چاہیے اور ان کی باتوں پر توجہ نہیں دینی چاہیے اس لئے کہ ان کی فضیلتِ صحبت مع النبی ﷺ قطعی ہے اور ارباب سیر کے اقوال ظنی ہیں اور جو چیز ظن سے منقول ہو وہ قطعی سے مزاحم نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو اپنی زبانوں کو قابو میں رکھا کرو اور جو آدمی بھی ان حضرات کے بارے میں کوئی اس قسم کی بات سنے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس میں غور کرے صرف کسی کتاب میں دیکھنے یا کسی شخص سے سننے سے ان کی طرف نسبت نہ کرے، غور و خوض کے بعد جب ایک چیز ثابت ہو جائے تو ضروری ہے کہ اس کی اچھی تاویل کرے اور اُسے درست مخارج پر محمول کرے اس لیے کہ وہ اس (حسن ظن) کے اہل ہیں، اور ان کے درمیان جو اختلافات اور جنگیں واقع ہوئیں ان کی تاویلیں ہیں۔

خلافت میں اختلاف کے وقت خلیفہ کون تھا؟ - اسی طرح صاحب بحر المذاہب

ائمہ دین کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

فتلخص ان معاویة رضی اللہ عنہ لم یکن فی ایام علی رضی اللہ عنہ خلیفة و انما کان خلیفة حق و امام صدق بعد علی رضی اللہ عنہ عند تسلیم الحسن رضی اللہ عنہ امر الخلافة له و ان هذا التسلیم لم یکن اضطراریا بل اختیاریا و انه لم یستحق الشین و الطعن و لا یباح له السب و اللعن فالطاعن فیه مطعون طاعن فی نفسه و دینه۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں خلیفہ نہیں تھے بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے امر خلافت ان کے سپرد کرنے کے بعد وہ خلیفہ برحق اور امام صادق مقرر ہوئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت سے دستبردار ہونا اضطراری نہیں بلکہ اختیاری تھا۔ ان پر عیب جوئی اور طعنہ زنی سے باز رہنا چاہیے اور دشنام طرازی سے احتراز کرنا چاہیے ان پر طعنہ زن خود مطعون ہے بلکہ وہ اپنے نفس اور دین پر طعنہ زنی کر رہا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں کہ:

و من اعتقاد اهل السنة و الجماعة ان ما جری بین علی و معاویة من الحروب فلم یکن لمنازعة معاویة لعلی رضی اللہ عنہ فی الخلافة للاجماع علی حقیتها لعلی فلم تهیج الفتنة بسببها و انما هاجت بسبب ان معاویة و من معه طلبوا من علی تسلیم قتلة عثمان رضی اللہ عنہ الیهم لکون المعاویة ابن عمه فامتنع علی ظنا منه ان تسلیمهم الیه علی الفور مع کثرة عشائرهم یؤدی الی اضطراب و تزلزل فی امر الخلافة۔

یہ بات اہل سنت و جماعت کے اعتقاد میں شامل ہے کہ حضرت علی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جو لڑائیاں ہوئی ہیں اس پر اجماع ہے کہ وہ استحقاقِ خلافت میں نہ تھیں اور جو فتنے برپا ہوئے ان کا سبب بھی یہ نہ تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی ہونے کی حیثیت سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قاتلین عثمان کو مانگتے تھے، حضرت علی انھیں سپرد کرنے سے یہ گمان کرتے ہوئے احتراز کر رہے تھے کہ ان قاتلین کے رشتہ داروں کی کثرت کی وجہ سے ان کی فوری سپردگی سے اختلاف پھیلے گا اور نظامِ حکومت تہ و بالا ہو کر رہ جائے گا۔

علامہ ابنِ حجر اسی صواعق محرقہ کے ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

ومن اعتقاد اهل السنة والجماعة ایضاً ان معاویة رضی اللہ عنه لم یکن فی ایام علی رضی اللہ عنه خلیفة وغایة اجتهاده انه کان له اجر واحد واما علی رضی اللہ عنه فکان له اجران اجر علی اجتهاده واجر علی اصابته بل عشرة اجور۔

اہل سنت کے اعتقاد میں یہ بات بھی داخل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ تھے البتہ اُنھیں اپنے اجتہاد کا ایک اجر ضرور ملے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک اجر صرف اجتہاد پر اور دوسرا اجتہاد کے درست ہونے پر ملے گا بلکہ دس اجر ملیں گے۔

خلافت حضرت معاویہ - صحیح بخاری کی وہ حدیث جو پیچھے مذکور ہوئی جس میں حضور اکرم ﷺ نے امام حسن کے بارے میں فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہوگا، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہ ہوں کے درمیان صلح کروائے گا، اس حدیث کے تحت علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں:

فکان توجیه ﷺ لوقوع الاصلاح بین الفئتین من المسلمین

فیه دلالة علی صحة مافعله الحسن رضی اللّٰه عنه وعلی انه مختار فیه وعلی ان تلک الفوائد الشرعیة وهی صحة خلافة معاویة فالحق ثبوت الخلافة لمعاویة من حینئذ وانه بعد ذلک خلیفة حق وامام صدق کیف وقد اخرج الترمذی وحسنه عن عبدالرحمن بن ابی عمیرة الصحابی عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انه قال لمعاویة اللهم اجعله هادیا مهدیا واخرج احمد فی مسنده عن العرباض ابن ساریة سمعت رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول اللهم علم معاویة الکتاب والحساب وقیه العذاب فتأمل دعاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الحدیث الاول بان اللّٰه یجعله هادیا مهدیا الحدیث حسن فهو مما یحتج به علی فضل معاویة وانه لا ذم یلحقه بتلک الحروب لما علمت انها کانت بغیة علی اجتهاد لان المجتهد اذا اخطاء لا یلام علیه ولا ذم یلحقه بسبب ذلک لانه معذور ولذا کتب له اجر ومما یدل بفضله ایضاً الدعاء له فی الحدیث الثانی ولا شک ان دعاءه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستجاب فعلمنا منه انه لا عقاب علی معاویة فیما فعل بل له الاجر کما تقرر وقد سمی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فئة مسلمین فدل علی بقاء حرمة الاسلام وانهم فئتان علی حد سواء فلا فسق ولا نقص یلحق احد بهما لما قررناه وفئة معاویة وان کانت باغیة لکنه بغی لا فسق۔

اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے مابین صلح کا ذکر فرمایا اور یہ دلیل ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے درست ہونے کی دوسری بات یہ ہے کہ اس سے صلح کے بارے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اختیار بھی ثابت ہوتا ہے۔ تیسری

بات یہ ہے کہ اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا صحیح ہونا بھی ثابت ہوا۔ حق بات تو یہ ہے کہ اس صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت ہوگئی اور وہ اس کے بعد خلیفہ برحق اور امام صادق قرار پائے۔

امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس روایت کو حسن قرار دیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا **اللّٰھم اجعلہٗ ھادیا مھدیا** (اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا) اور امام احمد اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور اس کو عذاب سے بچا“۔

پہلی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ آپ کے لئے یہ دعا فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہادی و مہدی بنائے یہ حدیث حسن ہے اور اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے مابین جو جنگیں ہوئیں ہیں ان میں آپ پر انگشت نمائی نہیں کی جاسکتی کیونکہ وہ جنگیں اجتہاد پر مبنی تھیں اور اگر مجتہد غلطی کرے تو اس کا عذر معقول ہونے کی وجہ سے اس کی ملامت اور مذمت نہیں کی جائے گی۔ اسی غلطی کی وجہ سے تو وہ ایک اجر کا مستحق ہو رہا ہے۔

دوسری حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ آپ کے لئے دعا فرمارہے ہیں اور دعاء رسول یقینا مستجاب و مقبول ہے چنانچہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں کیا ہے اس پر انھیں اجر ملے گا۔ حدیث مذکورہ میں **فئتین من المسلمین** کا لفظ ہے جو ان کے

اسلام کی بقا پر دلالت کر رہا ہے۔ دونوں گروہ علیحدگی میں برابر ہیں کسی کی تفسیق و تنقیص درست نہیں۔ اگرچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ باغی تھا لیکن اس کو فاسق نہیں کہا جائے گا۔

علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں:

و اما ما يستبحه بعض المبتدعة من سبه و لعنه فله فيه اسوة اى اسوة بالشيخين و عثمان و اكثر الصحابة فلا يلتفت لذلك و لا يقول عليه فانه لم يصدر الا من قوم حمقاء جهلاء فلعنهم اللّٰه و خذلهم اقبح اللعنة و الخذلان و اقام على رؤسهم من سيوف اهل السنة ما وضح الدلائل و البرهان۔

یہ جو بعض بدعتی لوگ کہتے ہیں کہ ”جس نے ان حضرات کو گالی دی اور ان پر لعنت بھیجی اس کے لئے طریقہ ہے“ یعنی حضرات شیخین اور حضرت عثمان کا طریقہ ہے ان کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ ایسی باتیں اکثر جہلا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہو اور ذلیل و رسوا ہوں اہل سنت کے واضح دلائل و براہین کی تلواریں ایسے لوگوں کے سروں پر لٹک رہی ہیں۔

خون بہا میں تاخیر کا سبب - علامہ ابن ہمام مسائرہ میں فرماتے ہیں:

و ما جرى بين معاوية و على رضى اللّٰه عنه كان مبنياً على الاجتهاد ولا منازعة من معاوية اذ ظن على رضى اللّٰه عنه ان تسليم قتلة عثمان مع كثرة عشائرهم و اختلاطهم بالعسكر يؤدى الى اضطراب امر الامامة خصوصاً فى بدايتها و التاخير اصوب الى ان يتحققوا التمكن منه و يلتقطهم فان بعضهم عزم على الخروج علىّ و قتله لما نادى يوم الجمل بان يخرج عنه قتلة عثمان على ما

نقل فی القصۃ من کلام الاشتر النخعی ان صح واللہ اعلم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ منازعت اور جھگڑے پر نہیں اجتہاد پر مبنی تھی۔ حضرت علی کا خیال تھا کہ قاتلان عثمان بڑے قبیلے والے ہیں اور فوج میں شامل ہو گئے ہیں اب اگر کوئی فوری کاروائی سامنے آتی ہے تو اس سے نظامِ خلافت درہم برہم ہو جائے گا اس لئے تاخیر زیادہ مناسب ہے یہاں تک کہ ان پر مکمل کنٹرول نہ ہو جائے کیونکہ اشتر نخعی سے یہ بات منقول ہے کہ جنگ جمل کے دن حضرت علی نے آواز دی کہ قاتلین عثمان ہم سے علیحدہ ہو جائیں تو ان لوگوں نے آپ پر بھی خروج اور قتل کی تدبیر سوچنی شروع کر دی۔

اختلافِ صحابہ - شرح عقائد نسفی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان میں ہے کہ:

وما وقع من المخالفات والمحاربات لم یکن من نزاع فی خلافۃ بل عن خطاء فی الاجتھاد۔

ان میں جو جنگیں اور مخالفتیں ہوئیں وہ استحقاقِ خلافت میں نہیں تھیں بلکہ خطاء اجتہادی تھی۔

علامہ خیالی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

قولہ بل عن خطاء فی الاجتھاد فان معاویۃ وحزابہ بغوا عن طاعتہ مع اعترافھم بان افضل اھل زمانہ وانہ الاحق بالامامۃ بشبھۃ ھی ترک القصاص عن قتلۃ عثمان رضی اللہ عنہ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس اعتراف کے باوجود کہ وہ اہل زمانہ سے افضل اور امامت کے زیادہ حقدار ہیں قاتلین عثمان سے قصاص نہ لینے کے شبہ میں بغاوت کر دی۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

لا تذكر الصحابة الا بخير يعنى وان صدر من بعضهم بعض مافى صورة شر فانه اما كان عن اجتهاد اولم يكن على وجه فساد من اصرار وعناد بل كان رجوعهم عنه الى خير معاوينا على حسن الظن بهم بقوله عليه السلام خير القرون قرنى و بقوله عليه السلام اذا ذكر اصحابى فامسكوا ولذا ذهب جمهور العلماء الى ان الصحابة كلهم عدول قبل فتنة عثمان رضى الله عنه وعلى رضى الله عنه وكذا بعدها ولقوله عليه السلام اصحابى كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم رواه الدارمى وابن عدى وغيرهما قال ابن دقيق العيد فى عقيدته مانقل فيما شجر بينهم واختلفوا فيه فمنه ماهو باطل وكذب فلا يلتفت اليه وما كان صحيحا اولناه تاويلا حسنا لان الثناء عليهم من الله سابق ومانقل من الكلام اللاحق محتمل للتاويل والمشكوك والموهوم ولا يتبطل المحقق والعلوم۔

صحابہ کا ذکر خیر ہی کرو، اگر ان میں کسی کی کچھ ایسی باتیں ہیں جو بظاہر شر نظر آتی ہیں تو وہ یا تو اجتہادی قبیل سے ہیں یا ایسی ہیں جن سے ان کا مقصد فساد و عناد نہیں بلکہ ان حضرات سے حسنِ ظن کی بنا پر خیر پر محمول کرنا چاہیے کیونکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ ”سب سے بہتر زمانہ میرا ہے“ اور مزید ارشاد فرمایا کہ ”جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو خاموش رہو“ اسی لئے جمہور علماء کا قول ہے کہ تمام صحابہ کرام قتلِ عثمان اور اختلافِ علی و معاویہ کے پہلے بھی اور بعد بھی عادل ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جسے دارمی اور ابن عدی نے روایت کیا ہے کہ ”میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تو ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے“ علامہ ابن

دقیق العید فرماتے ہیں کہ ''مشاجرات صحابہ میں دو قسم کی روایتیں منقول ہیں ایک باطل اور جھوٹ، یہ تو قابلِ اعتنا ہی نہیں اور دوسری صحیح روایتیں، ان کی اچھی اور مناسب تاویل کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ پہلے ان کی تعریف وتوصیف فرما چکا ہے اور بعد میں جو باتیں ان سے منسوب یا منقول ہیں وہ قابلِ تاویل ہیں اس لئے کہ محقق ومعلوم کو مشکوک وموہوم چیز باطل نہیں کرسکتی۔

ملاعلی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

و اماما وقع من امتناع جماعة من الصحابة عن نصرة علی رضی اللہ عنه والخروج معه الی المحاربة ومن محاربة طائفة منهم کما فی حرب الجمل و الصفين فلا يدل علی عدم صحة خلافته و لا علی تضليل مخالفيه فی ولايته اذ لم يکن ذلک عن نزاع فی حقية امارته بل کان عن خطاء فی اجتهادهم حيث انکروا عليه ترک القوم من قتلة عثمان رضی اللہ عنه والمخطی فی الاجتهاد ولا يضلل ولا يفسق علی ماعليه الاعتماد۔

اور یہ جو بعض صحابہ حضرت علی کی مدد ونصرت سے باز رہے، اور کچھ نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے خروج کیا، جیسا کہ جنگ جمل وصفین میں ہوا تو اس چیز سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلیفہ نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی مخالفین کی گمراہی ثابت ہوتی ہے کیونکہ اختلاف ونزاع آپ کی امارت وخلافت کے حق ہونے میں نہیں تھا بلکہ اختلاف قاتلانِ عثمان سے جلد یا بدیر بدلہ لینے میں تھا اس میں بھی اختلاف اجتہادی تھا لہٰذا معتمد قول کے مطابق اختلاف کرنے والوں کو نہ گمراہ کہا جایے گا نہ فاسق۔

اسی شرح فقہ اکبر میں ہے کہ:

وقد كان امر طلحة والزبير خطاء غير انهما فعلامافعلا عن اجتهاد وكان من اهل الاجتهاد فظاهر الدلائل توجب القصاص على قتل العمد واستيصال شان من قصد دم امام المسلمين بالاراقة على وجه الفساد فاما الوقوف على الحاق التاويل الفاسد باالصحيح فى حق البال المواخذة فهو علم خفى فاز به على كما ورد عن النبى ﷺ انه قال له انک تقاتل على التاويل كما تقاتل على التنزيل وقد ندما على ما فعلا وكذا عائشة رضى الله عنها ندمت على مافعلت وكانت تبكى حتى تبل خمارها ثم كان معاوية رضى الله عنه مخطئًا الا انه فعل مافعل عن تاويل فلم يصربه فاسقا واختلف اهل السنة والجماعة فى تسمية باغيا فمنهم من امتنع من ذلک والصحيح قول من اطلق لقوله عليه السلام لعمار تقتلک الفئة الباغية۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور ان سے خطاۓ اجتہادی واقع ہوئی ہے کیونکہ ظاہری دلائل سے قتل عمد پر قصاص واجب ہے اس لئے کہ امام المسلمین کا خون فساد پھیلانے کے لئے بہایا گیا۔ صحیح سے تاویل فاسد کو ملایا گیا اور مواخذہ میں توقف علم خفی ہے جس پر حضرت علی کو دسترس حاصل تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا تھا کہ ”تم سے تاویل پر جنگ کی جائے گی جیسا کہ تنزیل پر کی گئی ہے“ چنانچہ بعد میں دونوں صحابی اپنے کئے پر نادم تھے اور حضرت عائشہ بھی پچھتاتی تھیں اور اتنا روتیں کہ دوپٹہ تر ہو جاتا، حضرت معاویہ بھی اگرچہ خاطی تھے مگر آپ نے جو کچھ کیا تاویل کی بنیاد پر کیا، لہٰذا اس سے آپ فاسق نہیں ہوئے، اہل سنت و جماعت نے انھیں باغی کہنے میں اختلاف

کیا بعض نے اس سے روکا لیکن دوسرا گروہ رسول اللہ کی وہ حدیث پیش کرتا ہے جس میں آپ نے حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ ”تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں:

ونکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر روش اہل السنت و جماعت آنست کہ صحابہ رسول را بجز خیر یاد نمی کنند ولعن وسب وشتم واعتراض وانکار برایشان نکنند وباایشان براہ سوء ادب نروند از جہت نگاہداشت صحبت آنحضرت ﷺ وورود فضائل ومناقب ایشان در آیات واحادیث عموماً

ہم صحابہ کا صرف ذکر خیر ہی کرتے ہیں اور اہل سنت و جماعت کا طریقہ بھی یہی ہے کہ صحابہ کا ذکر خیر ہی کیا جائے۔ ان پر لعن طعن، تشنیع اور اعتراض و انکار نہ کیا جائے اور ان سے سوء ادبی نہ کی جائے، کیونکہ ان حضرات نے رسول اللہ کی صحبت پائی ہے اور ان کے فضائل ومناقب آیات وحدیث میں بکثرت موجود ہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

وازاں چہ از بعضی از ایشان مشاجرات ومحاربات وتقصیر در حفظ حقوق اہل بیت نبوی ورعایت ادب ایشان نقل کنند بعد از تسلیم صحت آن اخبار از ان اغماض ورزند وتغافل کنند وگفتہ ناگفتہ وشنیدہ ناشنیدہ انگارند زیرا کہ صحبت ایشان با پیغمبر ﷺ یقینی است ونقلہائے دیگر ظنی وظن بایقین معارض نگردد ویقین بظن متروک نگردد وبالجملہ سرحد دار السلام وسنہ با معاویہ وعمرو بن العاص ومغیرہ بن شعبہ واشباہ وامثال ایشان است ہر کہ براہ اتباع مشائخ سنت وجماعت اود گوکہ زبان را از سب ولعن ایشان بربندد واگرچہ بجہت تصور بعضے امور کہ قدر مشترک از ان بسر حد تواتر رسیدہ است باطن

را کدورتی و خاطر را وحشتی دست دہد باوجود او سلامت در اغماض و کف از ایشانست در آثار آمدہ است کہ در غزوہ صفین شخصے را از جانب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نزد حضرت امیر رضی اللہ عنہ اسیر کردہ آوردند یکے از حاضران برحال وی ترحم آورد و گفت سبحان اللہ من میدانم کہ وے مسلمان بود و مسلمان خوب بود حیف کہ آخر حال وے چنین شد حضرت امیر ولایت پناہ فرمودہ چہ گوئی کہ وی ہنوز مسلمان است و بالجملہ بےلعن در ایشان اگر مخالف دلیل قطعی باشد کفر است چنانچہ قذف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معاذ اللہ من ذلک کہ طہارت ذیل وی از ان بنصوص قران ثابت است والا بدعت وفسق بود۔

بعض کی آپس میں مشاجرات ومحاربات اور اہل بیت رسول کے حقوق میں کوتاہی منقول ہے اس میں اول تو تحقیق وتفتیش کی جائے اگر ایسی کوئی چیز ثابت بھی ہو تو اُسے گفتہ نہ گفتہ اور شنیدہ نہ شنیدہ کر دیا جائے کیونکہ ان حضرات کی صحبت مع النبی یقینی ہے اور روایات ظنی۔ چنانچہ ظن یقین کا معارض نہیں اسی لئے ظن سے یقین متروک نہیں ہوتا۔ چنانچہ سرحد دارالسلام پر آباد حضرات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ وغیرہم کی کچھ باتیں ایسی ہیں جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں جن سے باطن میں کدورت اور دل میں وحشت پیدا ہوتی ہے لیکن جو لوگ مشائخ اہل سنت وجماعت کے تابع ہیں اپنی زبانوں کو بند رکھتے ہیں اور ان حضرات کے بارے میں کوئی نازیبا کلمہ زبان پر نہیں لاتے۔ آثار میں ہے کہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر سے ایک گرفتار شدہ آدمی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی کو اس پر رحم آ گیا اور کہنے لگا

> سبحان اللہ میں تو انھیں بہت اچھا مسلمان سمجھتا تھا افسوس کہ آخر ان کی یہ حالت ہوگئی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا کہہ رہے ہو وہ تو اب بھی مسلمان ہیں۔ حضرات صحابہ کرام پر لعن وطعن اور دشنام طرازی اگر دلیل قطعی کے مخالف ہے تو کفر ہے جیسے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی جائے **معاذ اللہ من ذلک** ان کی طہارت نصوص قرآنیہ سے ثابت ہے اور اگر دلیل قطعی سے ثابت نہ ہو تو بدعت وفسق ہے۔

اسی میں آگے فرماتے ہیں:

> وبعد از وی علی مرتضی خود متعین بود پس وے کرم اللہ وجہ باجماع اہل حل وعقد خلیفہ برحق وامام مطلق شد ونزاعے وخلافے کہ از مخالفان درزمان خلافت وے بوجود آمد نہ دراستحقاق خلافت وحق امامت بود بلکہ منشاء آن نفی وخروج وخطاء دراجتہاد کہ تعجیل عقوبت قاتلان عثمان باشد بود پس معاویۃ وعائشۃ برآن آمدند کہ زود عقوبت باید کرد علی وصحابہ دیگر بتاخیر آن رفتند۔
>
> شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ (حقدار ہونے کی بنا پر) خود بخود خلیفہ متعین ہو گئے آپ اہل حل وعقد کے اجماع سے خلیفہ برحق اور امام مطلق ہوئے اور مخالفین کی طرف سے جو نزاع آپ کے دورِ خلافت میں ہوا وہ استحقاق خلافت اور حق امامت میں نہیں تھا بلکہ اس بغاوت وخروج کا منشاء اجتہاد میں خطا تھی کہ حضرت معاویہ اور حضرت عائشہ قاتلین عثمان کو فوری سزا دینے کے حق میں تھے، اور حضرت علی اور دیگر صحابہ اس میں تاخیر مناسب سمجھتے تھے۔

علامہ جمال الدین محدث روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی والآل والاصحاب میں فرماتے ہیں:

> پوشیدہ نماند کہ مخالفت ومخاصمت کہ میان بعضے از صحابہ واقع شدہ نزد اہل سنت وجماعت محمول براین است کہ عن اجتہاد بود لاعن نفسانیت وہمہ

آنہا قابل تاویلات ومحامل صحیحہ است وبر تقدیر تسلیم کہ بعضی از محمل قویم وتاویلے مستقیم نباشد گویم این مخالفات ومخاصمات منقولست از یشان بطریق اخبار احاد واکثر آنہا اضعاف وجائزۃ الکذب است وصلاحیت معارضہ بآیات قرآنی واحادیث صحیحہ مشہورہ ندارد پس سزاوار آن است کہ بسبب آن اخبار جسارت بطعن اصحاب جناب نبوۃ مآب کہ آن طعن موجب جسارت است یوم یقوم الحساب نہ نمایند تا ابطال کتاب وسنۃ باخبار جائزۃ الکذب لازم نیاید واز تہدیدات ووعیدات کہ از صاحب شرع بہ ثبوت پیوستہ پرحذر باشد۔

واضح ہو کہ بعض صحابہ کرام کی آپس میں مخالفت ومخاصمت اہل سنت کے نزدیک نفسانیت پر نہیں بلکہ اجتہاد پر محمول ہے۔ اس سلسلہ (مخالفت و مخاصمت) کی تمام روایات تاویلات محامل صحیحہ کے قابل ہیں۔ اگرچہ ان میں بعض روایات ایسی بھی ہیں جن کی کوئی مناسب تاویل نہیں کی جاسکتی لیکن میں کہتا ہوں اول تو یہ باتیں بطریق اخبار احاد منقول ہیں، دوم یہ کہ ان کے راوی اکثر ضعیف اور کذاب ہیں دونوں صورتوں میں یہ روایات آیاتِ قرآنی اور احادیث مشہورہ کے مقابل میں نہیں آسکتیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر مناسب یہی ہے کہ ان اخبار وروایات کی بنا پر رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام پر طعن وتشنیع نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ان حضرات پر طعن وتشنیع آخرت میں نقصان اور خسارہ کا سبب ہے اور اس طریقہ پر جھوٹوں کی خبروں سے کتاب وسنّت کا ابطال بھی لازم نہیں آئے گا۔ اس سلسلہ میں جو وعیدیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں ان کا خیال رکھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔

علامہ ابوالفضل تورپشتی المعتمد فی المنتقد میں توقیر صحابۂ کرام کے بیان میں فرماتے ہیں کہ:

وانچہ مہم دین عموم مسلمانان است آنست کہ بنظر تعظیم بدیشان نگرند وہیچ حال زبان طعن درایشان دراز نکنند کہ رسول اللہ ﷺ امت را ازین فتنہ تحذیر کردہ است و گفتہ از خدا بترسید درحق اصحاب من پس از من ایشانرا نشانہ نکنید کہ بدان خدائے کہ دررائے جان محمد است ﷺ کہ اگر یکی از شما مثل کوہ احد زر خرچ کند یعنی درراہ خدا نیک مدطعامی کہ یکے از ایشان خرچ کردہ باشد نرسد بہ نیمہ آن، وشیطان از طریق ہوا وتعصب مردم را تسویل کند کہ خصومت ایشان مع بعضے از صحابہ رسول اللہ ﷺ از بہر دین است چہ ایشان بعد از رسول ﷺ سیرت بگردانیدند و با یکدگر منازعت گردیدنا بجائے رسید کہ خونہا ریختہ شد واین مسلمان کہ بدین فتنہ ہا مبتلا گشتہ است اول باید کہ بداند کہ از ایشان آدمیان بودند نہ ملائکہ نہ انبیا کہ معصوم اند بلکہ خطا برایشان روا بود اگرچہ خدا تعالی ایشاں را بشرف صحبت پیغمبر ﷺ گرامی کردہ بود بل یکے از ایشان چون درگناہے افتادے مصر نشدے وزود باحق گردیدے دبداند کہ مذہب اہل حق آنست کہ بندہ بگناہ کافر نشود و دلیل آن بعد ازین گفتہ شود و چون کافر نشود ضرورۃ مومن باشد وسب فساق اہل ایمان روا نیست فکیف صحابہ کہ باری تعالیٰ برعموم ایشان ثنا گفتہ است و رسول ﷺ بحفظ وحرمت ایشان وصیت فرمودہ واز دقیقہ درایشان زجر بلیغ کردہ و گفتہ کہ از اصحاب من چیزہا پیدا شود کہ ذکر آن نیکو نباشد شما بدان ایشان رابہدی یاد مکنید کہ حق تعالیٰ ببرکت صحبت من آنہا را از ایشان درگزارند و دراین باب احادیث بسیار است۔

تمام مسلمانوں کے لئے لازمی ہے کہ صحابۂ کرام کو بنظر تعظیم دیکھیں اور کسی حال میں بھی ان نفوس قدسیہ کے سلسلے میں زبان درازی نہ کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس فتنہ سے اُمت کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ”میرے

صحابہ کے بارے میں اللہ رب العزت سے ڈرو اور انھیں اعتراضات کا نشانہ نہ بناؤ، مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر تم احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرو تو بھی اس اجر و ثواب کو نہیں پاؤ گے اور نہ اس کا آدھا جو میرے صحابہ کو حاصل ہے'' شیطان تعصب اور نفس پرستی سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتا رہتا ہے کہ صحابۂ کرام کی آپس کی مخالفت دین کی وجہ سے۔ رسول اللہ کے بعد ان کی سیرت میں تغیر آ گیا تھا آپس میں جنگ کی، خوں ریزی کی، مسلمانوں کو فتنے میں مبتلا کیا۔

ان کے متعلق پہلے یہ بات ذہن میں راسخ کر لینی چاہیے کہ وہ بہر کیف آدمی تھے فرشتے نہ تھے اور منصبِ نبوت پر بھی فائز نہ تھے کہ گناہوں سے معصوم ہوتے ان سے خطا تو ہو سکتی ہے لیکن رسول اللہ کے شرف صحبت و مجلس کی وجہ سے اس پر اصرار ممکن نہیں جب کبھی ایسا موقع آیا تو حق بات کی وضاحت کے بعد فوراً حق کی طرف مائل ہو گئے اس بارے میں اہل حق کا مذہب بھی یہ ہے کہ بندہ صرف گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا (اس کی دلیل عنقریب آئے گی) اور اگر کافر نہیں ہوتا تو لازماً مومن ہوگا تو مومن فاسق کو بھی سب و شتم کرنا جائز نہیں۔ چہ جائے کہ صحابہ کرام کی برائی کی جائے جن کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی عزت و حرمت کی وصیت فرمائی ہے اور ان کی عیب جوئی پر سرزنش کی ہے اور فرمایا میرے صحابہ سے کچھ نامناسب چیزوں کا صدور ہوگا لیکن تم لوگ ان پر نکتہ چینی نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ میرے سبب ان کی اس قسم کی باتوں سے درگزر فرمائے گا۔

امام غزالی کا نقطۂ نظر - امام غزالی علیہ الرحمہ کیمیائے سعادت میں اعتقاد کے بیان میں فرماتے ہیں:

> پس بآخر ہمہ رسول مارا ﷺ بخلق فرستاد و نبوت وی بدرجہ کمال رسانید کہ ہیچ زیادت را بآن راہ نبود باین است او را خاتم انبیا کرد کہ بعد از وی ہیچ پیغمبر نباشد و ہمہ خلق را از جن و انس بمتابعت او فرمود و او را ہمہ سید پیغمبران گردانید و یاران و اصحاب او را بہترین یاران و اصحاب دیگر پیغامبران کرد صلوۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کے آخر میں ہمارے نبی ﷺ کو مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا اور مقامِ نبوت میں وہ کمال عطا فرمایا جس سے زیادتی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا جن کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آ سکتا۔ تمام جنّ و انس کو آپ کی اطاعت و مطابعت کا حکم دیا گیا اور تمام نبیوں کا سردار بنایا گیا اور دوسرے انبیاء کرام کے صحابہ سے بہتر صحابہ عطا فرمائے گئے۔

عمر بن عبدالعزیز کا خواب - نیز امام غزالی علیہ الرحمہ کیمیائے سعادت میں احوال مردماں کے بیان میں لکھتے ہیں کہ:

> عمر بن عبدالعزیز میگوید رسول ﷺ را بخواب دیدم با ابوبکر و عمر نشستہ چون بایشان نشستم ناگاہ علی و معاویہ را بیاوردند و در خانہ فرستادند و در بستند در وقت علی را دیدم کہ بیرون آمد و گفت قضی لی و رب الکعبۃ یعنی کہ حق مرا نہادند پس بزودی معاویہ بیرون آمد و گفت غفر لی و رب الکعبۃ مرا نیز عفو کردند و بیامرزیدند۔

عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اس محفل میں حاضر ہی ہوا تھا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں آئے اور ایک مکان میں چلے گئے۔

نفس اسلام

> تھوڑی دیر بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر آئے اور فرمایا قضی لیٖ وربِّ الکعبۃ (واللہ میرا حق ثابت ہو گیا) پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور فرمایا غُفِرَ لِیْ وَرَبِّ الْکَعْبَۃ (ربّ کعبہ کی قسم مجھے معاف کر دیا گیا)۔

خلاصۂ کلام یہ کہ حضرت معاویہ رضی للہ عنہ بغاوت میں خطا پر ہونے کے باوجود معذور بلکہ جمہور اہل سنت کے نزدیک خطاء اجتہادی کی وجہ سے ماجور و مثاب ہیں۔ اس باب میں مورخین کی حکایتیں اور قصے بے سروپا ہیں، اگر ان چیزوں کو تسلیم بھی کرلیں تو بھی حضور علیہ السلام کی شرف محفل اور حضور علیہ السلام کے وعدہ کے مطابق صحابۂ کرام کی خطائیں بخشش شدہ اور مغفور ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ - اگر کوئی یہ کہے کہ تحفۂ اثنا عشریہ (تصنیف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) میں رافضیوں اور اہل سنت کے سلسلہ میں ایک سوال و جواب میں مذکور ہے:

> **سوال:** کہ جب آپ انھیں (حضرت معاویہ کو) باغی و متغلب سمجھتے ہیں تو ان پر لعنت کیوں نہیں کرتے؟
>
> **جواب:** اہل سنت و جماعت کے نزدیک مرتکب کبیرہ پر لعنت جائز نہیں اور باغی مرتکب کبیرہ ہے اس لئے اس پر لعنت جائز نہیں۔

اس جواب سے ظاہر ہے کہ شاہ صاحب حضرت معاویہ پر اگرچہ لعنت کو جائز نہیں سمجھتے مگر ان کو مرتکب کبیرہ ضرور سمجھتے ہیں، جب کہ آپ نے ثابت کیا کہ حضرت معاویہ سے خطاء اجتہادی ہوئی تھی۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ تحفۂ اثنا عشریہ میں شاہ صاحب کا تخاطب فرقۂ مخالف سے ہے اس لئے اسے مبنی پر تنزل سمجھا جائے گا ورنہ اس جواب میں جمہور کی مخالفت کے ساتھ ساتھ اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ازالۃ الخفا کی مخالفت بھی لازم آئے گی۔ حالانکہ آپ تحفۂ اثنا عشریہ میں اس کتاب کی تعریف کر چکے ہیں مثلاً شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں فرماتے ہیں:

> حضرت معاویہ مجتہد مخطی ہیں اور شبہ سے تمسک کی وجہ سے معذور ہیں۔

اس پر قصہ اہل جمل کی طرح میزان شرع میں میں نے بہت واضح دلیل دی ہے۔

اور شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں جو قول نقل کیا ہے شاہ عبدالعزیز کا یہ جواب اس کے بھی مخالف ہے۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے ،مکتوبات جلد ۱ رمکتوب نمبر ۲۵۱ میں جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کی تلخیص ہم یہاں نقل کرتے ہیں ،آپ فرماتے ہیں:

> رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ بزرگ ہیں اور ان کا ذکر عزت و احترام سے کرنا چاہیے۔ خطیب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں **ان اللّٰہ اختارنی واختارلی اصحاب واختارنی منھم اصھاراً وانصاراً فمن حفظنی فیھم حفظہ اللّٰہ ومن اذانی فیھم اذاہ اللّٰہ** (بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے صحابہ کو پسند کیا انھیں میرے لئے مددگار اور رشتہ داری کے لئے پسند کیا جس نے ان کے بارے میں مجھے محفوظ رکھا اللہ تعالیٰ اُسے محفوظ رکھے گا اور جس نے ان کے بارے میں مجھے اذیت وتکلیف دی اللہ تعالیٰ اُسے اذیت وتکلیف دے گا)۔
>
> اور طبرانی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **من سب اصحابی فعلیہ لعنة اللّٰہ والملائکة والنّاس اجمعین** (جس نے میرے صحابہ کو برا کہا اس پر اللہ تعالیٰ ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے) ابن عدی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **اِنَّ اَشْرَار اُمَّتِی اَجْرَاھُم عَلٰی اَصْحَابِیْ** (میری امت کے شریر لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ پر جرأت کریں گے) ان حضرات کے اختلاف کو اچھی چیز پر محمول

کرنا چاہیے اور ہوا و ہوس پر قیاس نہ کرنا چاہیے کیونکہ ان حضرات کے اختلاف اجتہاد اور تاویل پر مبنی ہیں اور جمہور اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

یہ بات پیش نظر رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ و مقاتلہ کرنے والے خطا پر تھے اور حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا چونکہ یہ خطا اجتہادی تھی اس لئے ان حضرات کو ملامت اور ان سے مواخذہ نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ شارح مواقف نے آمدی سے نقل کیا ہے کہ اختلاف جمل اور صفین اجتہاد پر مبنی تھا۔ شیخ ابو شکور سالمی نے تمہید میں تصریح کی ہے کہ ‘‘اہل سنت و جماعت اس پر متفق ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے معاونین خطا پر تھے لیکن یہ خطا خطاء اجتہادی تھی’’۔ شیخ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ ‘‘اہل سنت کے معتقدات میں یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا اور جو شارح مواقف نے لکھا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب کا قول ہے کہ ‘‘یہ اختلاف اجتہاد پر مبنی نہیں تھا’’۔ اس قول میں کون سے اصحاب مراد ہیں (ان کی وضاحت نہیں ہے) اہل سنت کا قول گزشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں اور علماء اُمت کی کتابیں اس خطا کے خطاء اجتہادی ہونے پر شاہد ہیں، جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صراحت کی ہے اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے والوں کی تضلیل و تفسیق جائز نہیں۔ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ ‘‘جو شخص صحابۂ رسول مثلاً حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو ابن عاص میں سے کسی ایک پر

سب وشتم کرے یا ان کی تضلیل وتکفیر کرے تو اُسے قتل کر دیا جائے اور اگر ائمہ کرام پر سب وشتم کرے تو اُسے سخت ترین سزا دی جائے۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ کی طرف سے لڑنے والوں کی تکفیر جائز نہیں جیسا کہ خوارج نے کی اور اسی طرح ان کی تفسیق بھی جائز نہیں جیسا کہ بعض نے کہا ہے اور شارح مواقف نے کہا ہے کہ صحابہ نے ان حضرات کی طرف فسق کی نسبت کی ہے، یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرتِ زبیر اور دیگر بے شمار صحابہ کرام اس میں شریک تھے بلکہ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ جنگ جمل میں شہید ہوئے جبکہ حضرت معاویہ کا واقعہ جس میں انھوں نے تین ہزار لشکر کے ساتھ خروج کیا (اور معرکہ صفین برپا ہوا) بہت بعد کا ہے، ان حضرات کو فاسق کہنے کی جرأت وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں مرض اور باطن میں خبث ہو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض علما نے جو لفظ جور استعمال کیا ہے اور کہا ہے **کان اماماً جائراً** اس سے مراد وہ جور نہیں جس کا معنی فسق وضلالت ہے بلکہ اس سے مراد حضرت علی کی موجودگی میں خلافت کا عدم تحقق ہے اور یہ قول مذہب اہل سنت کے مطابق ہے۔ ارباب استقامت خلاف مقصود الفاظ کے استعمال سے اجتناب کرتے ہیں اور خطائے اجتہادی سے زیادہ کچھ نہیں کہتے۔ اس سے زیادہ الفاظ جائز بھی کیسے ہو سکتے ہیں کیونکہ امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں **قد صح انہٗ کان اماماً عادلاً فی حقوق اللّٰہ سبحانہٗ و فی حقوق المسلمین** بیشک وہ حقوق الٰہی اور حقوق مسلمین میں امام عادل تھے۔ (ترجمہ ملخصاً)

مولانا جامی پر اعتراض - حضرت شیخ احمد سرہندی اسی مکتوب میں آگے فرماتے ہیں:

مولانا عبدالرحمن جامی علیہ الرحمہ اس خطا کو خطاء منکر سمجھتے ہیں۔ حقیقتاً یہ زیادتی ہے بلکہ خطا پر اضافہ زیادتی ہے اور اس کے بعد مولانا جامی کا یہ فرمانا کہ ''او مستحق لعنت است'' (یعنی وہ لعنت کے مستحق ہیں) بالکل نامناسب ہے اس مقام میں نہ کوئی اشتباہ ہے اور نہ ہی یہ تردید کی جگہ ہے۔ اگر یزید کے بارے میں لکھتے تو اس میں گنجائش تھی لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا قول نامناسب ہے۔ ثقہ اسناد سے حدیث میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ''اے اللہ انہیں کتاب وحکمت اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے محفوظ رکھ، ایک دوسری روایت میں آپ نے فرمایا ''اے اللہ انھیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا''، آپ ﷺ کی دعا یقیناً مقبول ومنظور بارگاہ خداوندی ہے۔ اصل میں اس مقام پر مولانا جامی سے سہو ونسیان ہو گیا ہے اور وہیں مولانا جامی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لینے کی بجائے ''آن صحابی دیگر'' (وہ دوسرے صحابی) کے الفاظ استعمال کئے یہ بھی مولانا کی ناخوشی پر دلالت کر رہے ہیں رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا۔ (ترجمہ ملخصاً)

امام شعبی پر اعتراض کا جواب - آگے فرماتے ہیں:

حضرت امام شعبی سے جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں منقول ہے اس کے بارے میں حق بات تو یہ ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف فسق کی نسبت کبھی نہیں کی اور وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ اس سے بالاتر سمجھتے رہے۔

ہمارے امام حضرت ابو حنیفہ چونکہ امام شعبی کے شاگرد ہیں اس لئے ہمارے لئے ضروری و لازمی تھا کہ ہم برتقدیر صدق اس روایت کا ذکر

> کرتے۔ امام شعبی کے معاصر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو تابعی اور أعلم علماء مدینہ ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص پر سب وشتم کرنے والے کو واجب القتل سمجھتے ہیں۔ اگر یہ حضرات ایسے ہوتے تو امام مالک کیسے ان پر سب وشتم کرنے والے کو واجب القتل سمجھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ اسے کبائر میں شمار کرتے تھے ورنہ حکم قتل نہ لگاتے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی کو حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی برائی کی طرح تصور کرتے تھے چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کسی مذمت و ملامت کے مستحق نہیں ہیں۔ (ترجمہ ملخصاً)

حضرت معاویہ پر تنقید زندیقوں کا کام ہے - اس سلسلہ میں مجدد الف ثانی لکھتے ہیں:

> اے برادر! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس میدان میں اکیلے نہیں بلکہ کم و بیش نصف صحابہ کرام آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے والوں کو اگر کافر و فاسق کہا جائے تو دین متین کے اس حصے سے دستبردار ہونا پڑے گا جو ان حضرات کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ اس کو صرف زندیق ہی جائز قرار دے سکتے ہیں جن کا مقصد دین مبین کا ابطال ہوتا ہے۔
>
> اے برادر! اس فتنہ کا منشا قاتلین عثمان سے قصاص لینا تھا۔ سب سے پہلے مدینہ منورہ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میدان میں آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان حضرات کی موافقت و معاونت کی۔ جنگ جمل حضرت علی اور ان حضرات کے مابین ہوئی اور تیرہ ہزار آدمی شہید ہوئے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جو کہ عشرۂ مبشرہ میں

> سے تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ اس جنگ کا سبب قاتلین عثمان سے قصاص میں تاخیر کرنا تھا۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس گروہ میں شامل ہو گئے اور معرکہ صفین برپا ہوا۔
>
> حضرت امام غزالی نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ اختلاف حق خلافت میں نہیں تھا بلکہ حضرت علی سے مطالبۂ قصاص تھا۔ امام ابن حجر مکی نے بھی اس قول کو اہل سنت کے معتقدات میں شمار کیا ہے۔

حضرت شیخ ابوالشکور سالمی نے مندرجہ بالا قول سے اختلاف کیا ہے، مجدد صاحب نے ان کی عبارت نقل کی ہے، شیخ ابوالشکور سالمی فرماتے ہیں:

> حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف مسئلہ خلافت میں تھا کیونکہ حضور علیہ السلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا **اذا ملکت الناس فارفق بھم**۔ (جب تو لوگوں پر حاکم ہو جائے تو نرمی سے پیش آنا)۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں اسی وقت سے خلافت کی امید پیدا ہو گئی تھی لیکن اس اجتہاد میں خطا وار تھے اور حضرت علی حق پر تھے کیونکہ ان کی خلافت کا وقت حضرت علی کے بعد تھا۔

امام غزالی اور ابوشکور سالمی کے ان دونوں مختلف اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے حضرت شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں:

> ان دونوں اقوال میں تطابق و توافق اس طرح ہوگا کہ ابتدا میں منشاء اختلاف تاخیر قصاص تھا۔ بعد ازیں خلافت کی امید پیدا ہوئی (اور خلافت کے حصول میں جنگ ہونے لگی) بہر صورت یہ اجتہادی مسئلہ تھا اگر خطا وار ہیں تو ایک درجہ ثواب اور اگر حق پر ہیں تو دو درجے ثواب بلکہ دس درجے ثواب ملے گا۔

مشاجراتِ صحابہ میں سکوت کا حکم - مشاجرات صحابہ میں سکوت کا حکم کرتے ہوئے مجدد صاحب اسی مکتوب میں آگے فرماتے ہیں:

اے برادر! اس سلسلے میں سب سے اچھی چیز یہی ہے کہ مشاجرات صحابہ میں سکوت اختیار کیا جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے آپس کے اختلاف میں پڑنے سے منع فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے کہ **اِیَّاکُم وَمَا شَجَرَ بَیْنَ اَصْحَابِیْ** (میرے صحابہ کے آپس کے اختلاف میں خاموش رہو) اور فرمایا "جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو زبان قابو میں رکھو"۔ فرمایا "میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، انھیں اعتراضات کا نشانہ نہ بناؤ"۔ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اور یہی بات حضرت عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ "اس خون سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہماری زبانوں کو بھی (ان حضرات کی بدگوئی) سے پاک رہنا چاہیے"، اِس عبارت سے یہ مفہوم ہو رہا ہے کہ ہمیں ان کی خطا کو زبان پر نہیں لانا چاہیے اور ان کا ذکر ہمیشہ اچھائی سے کرنا چاہیے۔

لعنتِ یزید - اسی مکتوب میں لعنت یزید کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

البتہ یزید فاسقوں کے گروہ میں شامل ہے اس کی لعنت میں توقف اور سکوت اس لئے ہے کہ اہل سنت و جماعت کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ شخص معین اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس پر لعنت جائز نہیں اِلّا یہ کہ اس کے خاتمہ بالکفر کا یقین ہو جیسا کہ ابولہب اور اس کی بیوی ہیں۔ اہل سنت کے سکوت کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ مستحق لعنت نہیں بلکہ اس کا ملعون ہونا آیۃ کریمہ **ان الذین یوذون اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ** (بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے) سے ثابت ہے۔

آخری گذارش - مکتوب کا اختتام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس دور میں اکثر لوگوں نے خلافت و امامت میں بحث شروع کی ہوئی ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مخالفت کو اپنا نصب العین بنایا ہوا ہے۔ جہلا

> مؤرخین اور مردگانِ اہل بدعت کی تقلید میں صحابہ کرام کو نازیبا الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ان نفوسِ قدسیہ کی طرف نامناسب باتیں منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے عوام کی ضرورت اور خیر خواہی کے پیش نظر اپنے علم کے مطابق جو کچھ جانتا تھا سپرد قرطاس کر کے دوستوں اور عزیزوں کو ارسال کیا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا **اذا ظھرت الفتن او قال البدع و سبت اصحابی فلیظھر العالم علمه فمن لم یفعل ذلک فعلیه لعنة اللہ و الملائکة و الناس اجمعین لا یقبل اللہ حرفا و لا عدلا۔** (جب فتنے ظاہر ہوں یا بدعت کا رواج ہونے لگے اور میرے صحابہ پر دشنام طرازی ہونے لگے پس عالم کو چاہیے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے ورنہ اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت سے نہ ان کے نوافل اور نہ فرض قبول کئے جائیں گے) چنانچہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات کو مدار اعتقاد بنانا چاہیے اور زید وعمرو کی باتوں پر کان نہیں دھرنا چاہیے۔ من گھڑت افسانوں کو مدار اعتقاد بنانا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے صرف گروہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے جس پر نجات کا مدار ہے اس کے علاوہ امید نجات کہیں بھی وابستہ نہیں کی جاسکتی۔ **والسلام علیکم و علی سائر من اتبع الھدیٰ والتزم متابعة المصطفیٰ علیه و علیٰ آله الصلوٰة والسلام۔** (ترجمہ ملخصاً)

سردست اپنے ائمہ کرام کی کتابوں کے حوالوں سے یہ مختصر رسالہ پیش کر رہا ہوں اگرچہ اس کے علاوہ دوسری عبارتیں بھی ہیں لیکن ہم نے اپنے ائمہ کرام کی عبارات کو کافی سمجھتے ہوئے دوسری عبارتوں کا تذکرہ نہیں کیا۔

یہ پوری بحث جنگ جمل وصفین کے شرکا کے بارے میں ہے جن کے سربراہ حضرات صحابہ کرام تھے لیکن جنگ نہروان کے شرکاء جو کہ محققین کے قول کے مطابق نہ صحابہ کرام تھے اور نہ وہ مجتہد تھے بایں ہمہ حضرت علی کے لشکر سے علیحدہ ہولئے اور خوامخواہ آپ کی تکفیر کی ایسے

لوگ فاسق ہیں البتہ ان کے کفر میں اختلاف ہے تاہم عدم تکفیر کا قول راجح ہے۔ صحیح روایات کے مطابق خود حضرت علی نے ان کی تکفیر سے انکار کیا ہے جیسا کہ امام قسطلانی نے ارشاد الساری شرح بخاری، امام نووی نے شرح صحیح مسلم، ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ، اور امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور دوسرے علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں اس بات کی تحقیق کی ہے، ہم نے بخوف طوالت ان کتابوں کی عبارتیں نقل نہیں کی ہیں۔ مزید تحقیق کے طالب ان کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

فقط

عبدالقادر محب رسول

ابن مولانا فضل رسول قادری بدایونی کان اللہ لہما

تصدیقات علماء بدایوں

(۱) الجواب صحیح : نور احمد قادری

(۲) صح الجواب : محمد سراج الحق عفی عنہ

(۳) ماحررہ المجیب المصیب فہو مقرون بالصواب : محمد فصیح الدین قادری

(۴) جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ العبد المہین محمد جمیل الدین احمد قادری

(۵) اصاب المجیب : محب احمد قادری

(۶) الجواب صحیح : محمد فضل المجید القادری

(۷) الجواب صحیح : محمد سدید الدین احمد

Nafse Islam
نفس اسلام

مکتوب بنام تاج الفحول از حافظ غلام حسین گلشن آبادی

حافظ غلام حسین گلشن آبادی نے حضرت تاج الفحول کی خدمت میں ایک طویل خط بعض مسائل کے متعلق لکھا تھا۔ حضرت تاج الفحول نے خط کا جواب تحریر کیا۔ بعد میں یہ خط و کتابت حافظ صاحب مذکور نے اپنی کتاب ''تنبیہ ملحدین اشرار'' (مطبع گلزار حسنی بمبئی ۷۷-۱۸۷۶ئ) میں شائع کردی۔ موضوع کی مناسبت سے اس خط کا سوال و جواب والا حصہ شائع کیا جارہا ہے۔ باقی خط بخوفِ طوالت حذف کردیا گیا ہے۔ (اسید الحق)

سوال اوّل: جو شخص باوجود کلمہ گوئی اسلام اور صلوٰۃ اِلی الکعبہ کے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو حضرات انبیا کرام مثلاً حضرت ابراہیم یا حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام پر مرتبہ تقرب باطنی و کرامت اخروی میں عند اللہ تفضیل دے اس کا کیا حکم ہے؟

سوال دوم: حضرت شیخین کی تفضیل حضرت علی پر حق ہے یا بالعکس اور تفضیل شیخین سے کیا مراد ہے؟ زیادت تقرب الٰہی و مرتبہ اخروی ہے یا زیادت دنیوی و تقدم فی الخلافت و بس؟

سوال سوم: خوارج کے کفر میں اہل سنت کا اختلاف ہے یا وہ بالاجماع کافر ہیں؟

سوال چہارم: روافض تبرائی اور خوارج کا ایک حکم ہے یا ان دونوں فرقوں میں کچھ فرق ہے؟ جو شخص خوارج کو کافر و مرتد کہے مگر روافض تبرائی کو کافر و مرتد نہ جانے اور مصاہرت ان سے جائز بتائے وہ کیسا ہے؟

سوال پنجم: یزید کے بارے میں اہل سنت کا کیا مذہب ہے؟ اس پر لعنت کرنے کا کیا حکم ہے؟

مکتوب گرامی حضرت تاج الفحول

مولوی صاحب، کرم فرمائے غائبانہ زادِ لطفہم، بعد سلام آپ کے سوالات کا جواب مطابق اپنے عقیدے کے جو موافق سلف صالحین کے ہے لکھتا ہوں:

الجواب-اوّل: تفضیل دینے والا حضرت علی کرم اللہ وجہ کو کسی نبی پر حضرات انبیاء کرام سے گو کلمۂ شہادت پڑھے اور نماز ہمارے قبلہ کی طرف پڑھا کرے وہ قطعاً کافر و مرتد ہے کیونکہ افضلیت نبی غیر نبی سے ضروریات دین سید المرسلین میں داخل ہے۔

دوم: تفضیل شیخین کی حضرت جناب مرتضوی اور جملہ اہل بیت وصحابہ وتمام امت پر حق ہے جو اس کا منکر ہے وہ گمراہ ہے اور مراد تفضیل سے اکرمیت عند اللہ و زیادت تقرب باطن و کثرت ثواب اخروی میں ہے نہ صرف امور دنیویہ مثل منصب خلافت وحکومت کے۔

سوم: خوارج کے کفر میں اختلاف ہے۔ اکثر متقدمین کے نزدیک کافر نہیں ہیں اور اکثر متاخرین کے نزدیک کافر ہیں۔ پس خوارج کو مسلمان کہنے والے جو ایک گروہِ ائمہ دین سے ہیں ان کو گمراہ اور دشمنِ اہل بیت کہنا رفض وشیعیت ہے۔

چہارم: جن علماء کے نزدیک خوارج کافر ہیں ان کے نزدیک رافضی تبرائی بھی کافر ہیں اور اسی

پر فتویٰ ہے متاخرین محققین کا پس جو خوارج کو تو کافر مانے اور روافض کو کافر نہ کہے اور ان سے مصاہرت و مناکحت جائز بتائے وہ بیشک رافضی ہے کہ تفرقہ کی کوئی وجہ نہیں ہے اگر بغض ولعن و تکفیر اہل بیت کفر ہے تو بغض ولعن وتکفیر شیخین بھی کفر ہے۔ اس میں فرق نہ کرے گا مگر وہ شخص جو ظاہر میں سنی اور باطن میں رافضی ہے۔

پنجم: یزید کے بارے میں اکابر اہل سنت کا اختلاف ہے۔ محققین اہل حق کے نزدیک حکمِ کفر ثابت نہیں اور لعنت ممنوع، محتاطین کے نزدیک احوط واسلم توقف ہے اور یہی میرے نزدیک بہتر ہے اور جو شخص جواز لعنت وحکم کفر کو اجماعی اہلِ حق کا ٹھہراتا ہے اور ائمہ مانعین ومتوقفین کو دشمنِ اہل بیت کرام کہتا ہے وہ رافضی ہے۔

فقط

فقیر عبدالقادر

Nafse Islam
نفس اسلام